در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

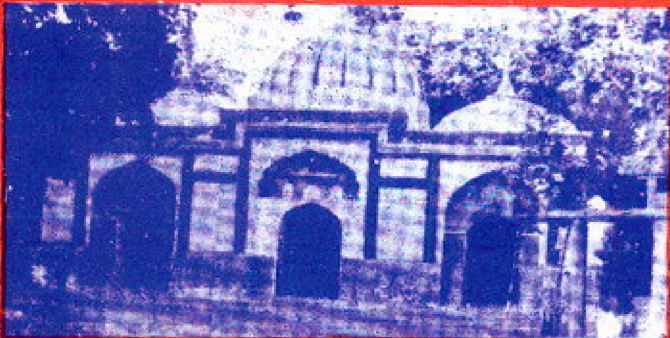

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

نشاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت، پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگار حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۶۹

پندرہ روزہ

الحسن پشاور

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ قادری گیلانی

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۲۵۴-۲۵۵ جلد نمبر ۲۲

۱۶ مئی تا ۱۵ جون ۲۰۰۳ء ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ

مدیر اعلیٰ فقیر محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے طبع کر کے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

فہرست

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	سید محمد انور شاہ قادری	۲
۲	نعت رسول مقبول ﷺ	ڈاکٹر خالد عباس الاسدی	۴
۳	خطبات الحسنیہ	مدیر اعلیٰ	۵
۴	شانِ مصطفیٰ ﷺ	امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰
۵	شہ لولاک ﷺ معراج کے آئینہ میں	صوفی مشتاق احمد صدیقی	۱۱
۶	منقبت بحضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ	محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری	۲۶
۷	دُرِ معانی فی بعض حالات محبوب سبحانی	صاحبزادہ علامہ علی احمد جان رحمۃ اللہ علیہ	۲۷
۸	ملفوظات غوث اعظم رضی اللہ عنہ	مرتبہ: غلام دستگیر	۳۷
۹	نوائے تحسین امام حسن رضی اللہ عنہ نمبر	محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری	۵۱
۱۰	نوجوانوں کے نام بلگرامی صاحب کا پیغام	ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ	۵۲
۱۱	تبرکات و فیوضات جلویہ	پروفیسر محمد عطاء اللہ جلوی رحمۃ اللہ علیہ	۵۹
۱۲	تبصرہ کتب	علاءالدین عدیم	۶۳

شذرہ

گیارہویں شریف

سید محمد انور شاہ قادری

لائبریرین گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول نمبر ۱ پشاور شہر

اسلام کے فروغ کیلئے جس قدر تحریکیں شروع کی گئیں ان میں تحریکِ تصوف سب سے زیادہ کامیاب، وسیع، گہرے اور دور رس اثرات رکھتی ہے۔ پھر اس میں بھی گیارہویں شریف کو خصوصی اہمیت اور نمایاں مقام حاصل ہے۔ اس کے آغاز کا سہرا حضور غوث اعظم، محبوب سبحانی، قندیل نورانی، شہبازِ لامکانی، ہیکلِ یزدانی حضرت ابو محمد محی الدین سیدنا شیخ عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ عنہ کے سر ہے۔ چونکہ اس مبارک تحریک کی بنیاد خلوص وللّٰہیت پر استوار کی گئی تھی لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے عالمگیر مقبولیت عطا فرمائی۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مبارک زمانے میں حکومت عباسی خاندان کے پاس تھی اور بغداد اسلامی سلطنت کا دارالخلافہ تھا جہاں ہر اسلامی مہینے کی دس تاریخ کو ایک بہت بڑا بازار لگتا تھا جس میں اشیاء ضرورت وافر مقدار میں دستیاب ہوا کرتی تھیں اور لوگ دور دراز سے خرید وفروخت کیلئے اس روز بغداد کا رخ کرتے۔ دن بھر میلے کا سماں ہوتا اور رات کو جگہ جگہ موسیقی کی محفلیں جم جاتیں، مجرے ہوتے، میخانوں اور قمار خانوں کے دروازے کھل جاتے اور لوگ جی بھر کر عیاشی، فحاشی، مے نوشی اور جواری میں حصہ لیتے اور اپنی مہینے بھر کی کمائی ان شیطانی محفلوں میں لٹا کر خالی ہاتھ واپس لوٹتے۔

جناب پیرانِ پیر غوث اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کے دل میں امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو درد موجزن تھا اس نے آپ کو بے چین کر دیا اور آپ نے ملتِ اسلامیہ کو اس اخلاقی پستی، بے راہ روی اور گمراہی کی دلدل سے نکالنے کا عزم راسخ فرمایا اور ان کے قلوب واذہان کی تطہیر کیلئے آپ نے اس گیارہویں شب کو ایک منفرد انداز سے منانے کا اہتمام فرمایا جس میں ان کی مادی اور روحانی ضروریات پورا کرنے کا

مکمل انتظام موجود تھا۔ چنانچہ نمازِ عصر کے بعد ذکرِ الٰہی کی محفل شروع ہوتی، مغرب پڑھ کر لنگر تقسیم کیا جاتا اور عشاء کے بعد ذکرِ جہر کا حلقہ ہوتا جو رات گئے تک جاری رہتا۔ آخر میں حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ اپنے گیارہ سیڑھیوں والے منبر پر جلوہ افروز ہو کر خطاب فرماتے۔

("تحقیق تحریک گیارہویں شریف" صفحہ ۵۲-۵۳ از پیر قاری یاسین شاہ ہاشمی)

بہت جلد اس مبارک اور نورانی محفل کی دھوم مچ گئی اور عوام و خواص میں اسے اس قدر پزیرائی نصیب ہوئی کہ بغداد کی باقی تمام مجالس اجڑ گئیں اور لوگ پروانہ وار حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے قدموں میں حاضر ہونے لگے یہاں تک کہ حاضرین کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جاتی جن میں عامہ مسلمین کے علاوہ علماء و مشائخ، امراء و وزراء اور عباسی خلیفہ بھی شامل ہوا کرتا تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک میں ایسی قدرت اور طاقت پیدا فرما دی تھی کہ لاکھوں کے مجمع میں پہلی صف سے لے کر آخری صف تک آواز یکساں طور پر پہنچتی اور لوگ کسی بھی قسم کی دقت محسوس نہیں کرتے تھے جبکہ تاثیر کا یہ عالم تھا کہ ہر ایک پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی اور جو ایک بار آپ کی مجلس رشد و ہدایت میں آتا وہ ہمیشہ کیلئے آپ کا ہو کر رہ جاتا اور آپ کے فیضانِ نظر سے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے اس کا دل معمور، مزین اور روشن ہو جاتا۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے اپنی آخری سانسوں تک ہر ماہ اس مقدس اور نورانی محفل گیارہویں کا سلسلہ جاری رکھا یہاں تک کہ آپ کا وصال بھی ماہِ ربیع الثانی میں اسی محفل کے دوران ہوا۔

بعد ازاں آپ کی اولاد امجاد اور خلفاء مجاز نے اس تحریک کو مشرق و مغرب میں پھیلایا اور اس کے فیوض و برکات سے تمام دنیا کو بہرہ مند فرمایا۔ چنانچہ آج بھی شہر شہر، گاؤں گاؤں، قریہ قریہ اور گھر گھر گیارہویں شریف کا انعقاد ہوتا ہے جس میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مبارک سنت پر عمل کرتے ہوئے ذکرِ الٰہی، ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی حیاتِ طیبہ بیان کی جاتی ہے۔ نیز لنگرِ غوثیہ کا اہتمام کیا جاتا ہے جو فرمانِ الٰہی فاذکرونی اذکرکم کی سچائی اور حقانیت کا ایک بہترین ثبوت ہے۔ یہ مقدس سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا --- ان شاء اللہ!

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ڈاکٹر خالد عباس الاسدی مدنی

بکھرا فضاء میں نورِ رسالت ماب ہے
شہر نبی میں سانس بھی لینا ثواب ہے

ذرے بھی اس زمیں کے مقدس ہیں اس قدر
آنکھوں سے جن کو چومنا عینِ ثواب ہے

پتھر وفورِ شوق سے کرنے لگے کلام
اک معجزہ رسولِ خدا کا خطاب ہے

ہو گی ضرور میری شفاعت بروزِ حشر
شامل میری دعاؤں میں تیری جناب ہے

تیرا کلام وحی الٰہی سے مستنیر
تیرا وجود پرتوِ اُمُّ الکتاب ہے

کھلتی ہے میری آنکھ مدینہ کی صبح میں
خالدؔ کے حال پر کرمِ بے حساب ہے

خطبات الحسنیہ

(گیارہویں شریف کی اہمیت)

مدیر اعلیٰ

مرتبہ: حاجی منظور الٰہی قادری

زول چیف یو بی ایل -- میرپور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ (حٰمٓ السجدہ آیت ۳۰)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَ سَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوۡلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَ مَوۡلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکۡ وَسَلِّمۡ۔ سُبۡحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الۡعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ ۝ وَ سَلٰمٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۝ وَ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝

آج کا دن حضور سرکار ابد قرار، سلطان اولیاء، سند الاتقیاء، امام الاولیاء سیدنا و مولانا و ملجانا و مرشدنا سید ابو محمد محی الدین سید عبدالقادر الگیلانی الحسنی الحسینی البغدادی ؓ کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ آج کے دن کو عرف عام میں گیارہویں شریف کا دن کہتے ہیں۔ بروایتِ صحیحہ گیارہ ربیع الثانی حضور سرکار بغدادؓ کا تاریخ وصال ہے۔ اسی لئے حضور کا یہ مبارک دن یادِ الٰہی کی صورت میں، عرس کے اعتبار سے، صدقات کے اعتبار سے، پیار و محبت کے اعتبار سے منایا جاتا ہے۔ آج کے دن کی ایک خصوصیت یہ ہے!

دوسری خصوصیت آج کے دن کی حضور سرکار بغداد ابد قرار رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ ہے کہ بزرگانِ کرام فرماتے ہیں کہ حضور سیدنا غوث پاک، قطب ربانی، محبوب سبحانی سید شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ نے اپنے پیارے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع، پیروی اور محبت کے سلسلہ میں آج کے دن تختِ خلافت و ولایت محمدیہ کبریٰ عطا فرمائی۔ آج کے دن حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے مقام خلّہ سے اپنے مقام قرب خاص میں مقام مخدع سے نوازا۔ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ مقامِ مخدع کیا ہے؟ فرمایا وہ ایسا شہ نشین ہے، ایسا شہ نشین ہے جہاں میں بیٹھا ہوں، میں تمام اولیاء کرام کو دیکھ رہا ہوں مگر مجھے اولیاء کرام قرب خاص الٰہی کی وجہ سے نہیں دیکھ رہے۔ یہ مقام مخدع جو آج کے دن عطا فرمایا یہ دوسری خصوصیت ہے آج کے دن کی حضور غوث اعظم، قطب ربانی، محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے۔

تیسری خصوصیت حضور غوث اعظم، قطب ربانی ومحبوب سبحانی رضی اللہ عنہ کی یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو گیارہ اسماء مبارکہ سے نوازا، حضور کو خطابات دیئے اللہ جل جلالہ نے۔ اسی لئے فرمایا جاتا ہے یعنی حضرات اولیاء کرام اور بزرگان کرام فرماتے ہیں اتنے اسماء مبارک تھے جو صاحب تصرف ہیں، وہ اسمائے مبارکہ جو تصرف فرماتے ہیں اللہ جل جلالہ نے کسی اور ولی کامل کو عطا نہیں کیے۔ سب ولی کاملوں پر رحم فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ نے سب کو رحمتوں سے نوازا ہے، سب کو عنایتوں سے نوازا ہے مگر جناب غوث اعظم، قطب ربانی، محبوب سبحانی سید شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو تو اپنے خاص اسماء مبارکہ سے نوازا ہے۔

ایک اور خصوصیت --- ہر سیڑھی پر، جس منبر کی سیڑھی پر آپ تشریف فرما ہوئے، ہر سیڑھی کے اوپر آپ کو ایک اسم مبارک عطا فرمایا گیا۔ جب دوسری سیڑھی پر تشریف فرما ہوئے تو دوسری سیڑھی پر دوسرا اسمِ مبارک عطا فرمایا گیا۔ جب تیسری سیڑھی پر تشریف فرما ہوئے تو تیسری سیڑھی پر تیسرا اسم مبارک عطا فرمایا گیا اور خصوصیت کے ساتھ جب گیارہویں سیڑھی پر آپ تشریف فرما ہوئے (حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ اس کی وضاحت بیان فرماتے ہیں) میں جب گیارہویں سیڑھی پر سوار ہوا تو اللہ تبارک

وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ نے پیارے محبوب ﷺ کا ایک خاص قرب کا لقب، ایک خاص قرب کا نام مجھے عطا فرمایا--- وہ کیا تھا؟ فقیر محی الدین، فرمایا یہ فقر فخر ہے پیارے محبوب ﷺ کا۔ کسی پر حضور ﷺ نے فخر نہیں فرمایا اور مجھ پر فخر فرمایا۔ لہٰذا سلطان عطا ہوا، خواجہ عطا ہوا، بادشاہ عطا ہوا، بہت سے لقب عطا فرمائے، جب گیارہویں سیڑھی پر پہنچے تو آپ کو فقیر کا لقب عطا ہوا۔ فرمایا یہ خاص عنایت ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی اور کرم ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا اتنا فضل آپ پر ہے کہ اپنے بیٹے حضرت شاہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کو وصیتوں کا ایک مجموعہ عطا فرمایا انہوں نے وصیتوں کو جمع فرمایا اور ایک کتاب بنادی۔ اس میں آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ نے مجھے پیارے محبوب ﷺ کے فیضان کرم سے مجھے اپنی خاص عنایتوں سے نوازا اور ان عنایتوں میں سے ایک خاص فضل مجھ پر عنایت فرمایا وہ یہ کہ مجھے مقام فضل عطا فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے چالیس سال عبادت کی اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ کی، اس کیفیت کے ساتھ عبادت کی کہ مجھے اللہ جل جلالہ نے بذریعہ الہام بذریعہ القاء جب تک اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ نہیں فرمایا کہ کھانا کھا، میں نے کھانا نہیں کھایا۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مجھے کہا کہ لباس پہن تو میں نے لباس پہنا، اللہ جل جلالہ نے مجھے فرمایا کہ پانی پی تو میں نے پانی پیا۔

چالیس سال میں نے عبادت کی، فرمایا چالیس سال! اس فضل کے اوپر ایک مثال بیان کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ چالیس سال جب گزر گئے تو ایک بادل نور کی صورت میں ابھر آیا اور اس نے مجھے کہا کہ اے عبدالقادر! تو نے میری بڑی عبادت کی ہے، آج کے دن کے بعد جا تجھ سے نماز معاف، تجھ سے روزہ معاف، عبادت الٰہی تجھ سے معاف، فرمایا میں نے توجہ کی اس الہام کی طرف، اس کے فضل وکرم سے اللہ نے فرمایا یہ شیطان ہے وہ بادل کا نور نہیں ہے، شیطان ہے، فرمایا وہاں میں نے کہا کہ دیکھ یہ آواز تو مجھے دے رہا ہے یہ اللہ کی آواز نہیں ہے، یہ کسی اور کی آواز ہے، گمراہ کرنے والے کی آواز ہے! فرمایا میرے پیارے محبوب سید پاک ﷺ نے جن کے صدقہ میں جن کی خیرات اللہ جل جلالہ مجھ پر یہ فضل وکرم فرمارہے ہیں، ان (حضور نبی کریم ﷺ) کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے

پیارے محبوب ﷺ عبادت کریں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی اس وقت تک کہ جب تک آپ ﷺ کا وصال نہ ہو جائے ۔ جب حضور پاک ﷺ سے عبادت معاف نہیں ہو سکتی تو مجھ فقیر پر کہاں سے معاف ہو سکتی ہے فرمایا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ فرماتے ہیں وہ بادل پھٹ گیا اور آواز دی، کیا آواز دی؟ اس نے آواز دی (غور کریں سب) اے عبدالقادر! بڑا عالم ہے تو، اے عبدالقادر بڑا افاضل ہے تو، اے عبدالقادر بڑا علامہ ہے تو! تو اپنے علم کی بدولت بچ گیا --- یہ مقامِ فضل ہے جس کی بات کر رہا ہوں! --- فوراً آپ نے فرمایا، کس نے؟ حضور غوث اعظم ﷺ نے فرمایا اے شیطان میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے فضل سے بچا ہوں، اپنے علم سے نہیں بچا۔ اپنے علم سے نہیں بچا ہوں، میں اس کے فضل و کرم سے بچا ہوں اور فوراً آپ نے فرمایا ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء یہ اللہ تعالیٰ کا مقام فضل ہے جس کو چاہے عطا فرما دے۔ یہ اس کا فضل و کرم تھا جس کی وجہ سے میں بچ گیا۔ شیطان نے آواز دی کہ اے عبدالقادر واقعی تو اس کے فضل سے بچ گیا ورنہ اس مقام پر تیرے جیسے مقام کے ستر اولیاء کرام کو گمراہ کر چکا ہوں۔ اللہ جل جلالہ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کے صدقہ میں حضور سرکار بغداد حضور غوث پاک ﷺ کو یہ مقامِ فضل عطا فرمایا۔

اتنا فضل و کرم تھا حضور غوث پاک پر کہ حضور غم سے، حضور فکر سے، حضور پریشانیوں سے بے پرواہ ہو گئے۔ کسی قسم کا حضور کو فکر نہیں تھا کسی قسم کا حضور کو غم نہیں تھا، کسی قسم کا خطرہ حضور کے دل میں نہیں تھا۔ حضور غوث پاک کی یہ کرامتیں تھیں جو حضور کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائیں اور اسی کا سلسلہ آج اور اس کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا حضور کا یہ فیضان جاری رہے گا۔

حضور نے خود فرمایا، فرمایا سب کے سورج چڑھے، سب اولیاء کے سورج چڑھے، چڑھ کر غروب ہو گئے --- سب کے سورج چڑھے چڑھ کر غروب ہو گئے --- اور اس فقیر کا سورج چڑھتا ہی، چڑھتا ہی چڑھتا ہی رہے گا اور اس فقیر کا سورج غروب ہونے والا نہیں ہے۔ لہٰذا یہ تصرف اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو حضور غوث پاک ﷺ کو عطا فرمایا تو حضور نے فرمایا (جن کے ہم نام لیوا ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ جل جلالہ ہمیں قادری رکھ، قادری مار اور قادر کے جھنڈے کے تلے رکھ اور قادر کے فیوض و

برکات سے نواز) فرمایا کہ میرا ایک مرید جس نے میرے دامن کو پکڑا ہے، جس نے میرے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے، فرمایا وہ اگر مشرق میں ہو اور میں مغرب میں ہوں یعنی میرا ایک مرید مشرق میں ہے اور میں مغرب میں ہوں اور وہ مجھے آواز دیتا ہے کہ اے میرے شیخ میں بے پردہ ہو رہا ہوں تو حضور غوث اعظم ﷺ فرماتے ہیں کہ مغرب سے میرے ہاتھ کو اللہ جل جلالہ نے اتنا لمبا کیا ہے کہ میں اس کا آزار بند باندھ دیتا ہوں یعنی اس کی مدد کو پہنچ جاتا ہوں۔

تو حضور غوث پاک ﷺ کو یہ عنایات، نوازشات اللہ تعالیٰ نے دی ہیں، یہ نوازشات قیامت تک ہیں، کسی وطن تک محدود نہیں، کسی قوم تک محدود نہیں، کسی جگہ تک محدود نہیں جہاں پر بھی اور جہاں سے بھی آواز دی جائے کہ یَا حَضْرَت شَیْخ عَبْدُالْقَادِر جِیْلَانِی شَیْاً لِلّٰہ تو سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی ﷺ اس کی مدد کو پہنچ جاتے ہیں۔

ہمارا یہ عقیدہ ہے اور الحمدللہ گیارہویں والے کا یہ فیضان کرم ہے۔ الحمدللہ جہاں پر بھی حضور غوث پاک کی اولاد ہے اور موجود ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ نے ان پر جو کرم کیا وہ گیارہویں والے کے نام پر صدقات کرتے ہیں، گیارہویں والے کے نام پر نیاز دیتے ہیں جس کو ہم لوگ اپنی اصطلاح میں صدقہ کہتے ہیں، یہ صدقہ ہے، یہ نیاز ہے۔

یہ حضور غوث اعظم، قطب ربانی، شہبازِ لامکانی سید شیخ عبدالقادر جیلانی ﷺ کی نیاز ہے، ان کے نام پر فاتحہ ہوتا ہے، ان کا تبرک ہے جو خاص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ہے اور حضور غوث اعظم ﷺ کو ثواب و برکات پہنچانے کیلئے اس کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کے صدقہ میں اللہ جل جلالہ مصیبتوں کو ٹال دیتا ہے، اللہ تعالیٰ بلاؤں کو ٹال دیتا ہے، اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں اور برکتوں سے نوازتا ہے۔ میرے شیخ فرماتے ہیں کہ گیارہویں شریف کی یہ برکت ہے کہ جو مبتدی ہے، جو اس طریقہ مبارکہ کا ابتدائی فقیر ہے اس طریقہ مبارکہ کا، فرمایا کہ آج کے دن اللہ تعالیٰ جل جلالہ حضور غوث پاک ﷺ کے صدقہ میں حضور غوث پاک ﷺ کی نظر عنایت سے اس کو ولی کامل بنا دیتا ہے اور جو ولی کامل ہوں ان کو عارف کامل بنا دیتا ہے اسلئے یہ اجتماع (باقی صفحہ ۶۲ پر)

شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

(۱)

آپ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ نے فرمایا

''سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا''

اور آپ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ نے فرمایا

''میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا ہوں اور مومن میرے نور سے پیدا ہوئے''

لہٰذا لازمی طور پر حق جل وعلا اور تمام حقائق کے درمیان آپ واسطہ ہیں اور آپ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ کے واسطہ کے بغیر کسی کو بھی مطلوب تک وصول محال ہے۔ پس آپ انبیاء ومرسلین کے نبی ہیں اور آپ کا بھیجنا تمام جہان والوں کیلئے رحمت ہے، یہی وجہ ہے انبیاء اولوالعزم اصالت کے باوجود آپ کی اتباع کے خواہاں ہیں، آپ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے امتیوں میں داخل ہونے کے آرزومند ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

(مکتوب نمبر ۱۲۲ جلد سوم، صفحہ ۳۷۸ بنام مولانا حسن دہلوی)

(۲)

جن محروموں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر کہا اور دوسرے انسانوں کی طرح ان کو تصور کیا تو لازمی طور پر وہ (ان کے) منکر ہو گئے اور جن سعادتمندوں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسالت اور رحمت عالمیان کے عنوان سے جانا اور باقی تمام لوگوں سے ممتاز دیکھا وہ ایمان کی دولت سے مشرف ہو گئے اور نجات پا گئے۔

(مکتوب نمبر ۶۴، جلد سوم صفحہ ۱۸۸ بنام مخدوم زادگان خواجہ محمد سعید وخواجہ محمد معصوم)

(بشکریہ مجلہ ''المظہر'' کراچی، مئی ۲۰۰۳ء)

قسط نمبر ۸

شہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کے آئینہ میں

پرنسپل (ریٹائرڈ) الحاج صوفی مشتاق احمد صدیقی

''عمدۃ القاری'' صفحہ ۱۹۸ جلد ۱۹ پر عبدالرزاق سے روایت ہے کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر قسم کھاتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا۔ قائلین رویت صحابہ مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہ، کعب احبار، انس رضی اللہ عنہ، ابی ذر کبار تابعین عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، عکرمہ اور حضرت امام احمد کے اقوال بالتفصیل پیش کرنے کے بعد علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ترجمہ ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جب صحیح روایات ثبوت کو پہنچ گئیں تو اب ہم یہ خیال نہیں کر سکتے کہ آپ نے اتنی بڑی بات محض قیاس اور ظمن کے بنا پر کہی ہو یقیناً کسی مرفوع حدیث کی بنا پر کہا ہوگا۔ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک حقیقت کو ثابت کر رہے ہیں دوسرے حضرات نفی کر رہے ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ مثبت کا قول نافی پر مقدم ہوتا ہے۔ خلاصہ کلام کے طور پر علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں اکثر علماء کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو بچشم سر دیکھا۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے موقف کی تائید میں کوئی حدیث مرفوع پیش نہیں کی بلکہ محض اپنے قیاس اور اجتہاد سے کام لیا لیکن اس سے آگے ایک حدیث مرفوع موجود ہے اس کے مطابق ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ولقد راٰہ بالافق المبین اور ولقد راٰہ ونزلۃ اخری کے بارے میں استفسار کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جبریل امین علیہ السلام تھے۔ جب مسلم شریف میں یہ حدیث موجود ہے تو علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح مسلم نے کیسے انکار کیا۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ولقد راٰہ بالافق المبین کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تو آقا نے جواب دیا کہ وہ جبریل علیہ السلام ہیں اور یہ بلاشبہ درست ہے یہ سورہ تکویر کی ہے اور وہاں حضرت جبریل علیہ السلام کا ہی ذکر ہے۔ اس

آیہ و انہ لقول رسول کریم و لقد راہ بالافق المبین میں سارا ذکر جبریل امین ﷺ کا ہے لیکن یہاں جس افق کا ذکر ہے وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ہے یعنی وہ افق تمام آفاق سے بلند تر ہو یعنی فلک الافلاک کا کنارہ۔ اس لئے امام نووی رحمہ اللہ کا قول درست ہے کہ شب معراج نفی رویت کے بارے میں کوئی حدیث مرفوع نہیں ہے۔ دیدار الٰہی کے بارے میں مفکرین کے آراء ذیل میں دیئے جاتے ہیں

(۱) علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمہ اللہ اس ضمن میں یوں بیان کرتے ہیں "اور میں کہتا ہوں کہ سرکار دوعالم اپنے رب کریم کے دیدار سے مشرف ہوئے اور حضور ﷺ کو وہ قرب نصیب ہوا جو اس کی شان کبریائی کے لائق ہے"۔

(۲) حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے جب دریافت کیا گیا کہ حضور ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا تو آپ نے فرمایا ہاں حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور یہ جملہ اتنے تسلسل سے دہراتے کہ آپ کا سانس ٹوٹ جاتا۔ (روح المعانی)

(۳) مولانا سید انور شاہ صاحب کاشمیری رحمہ اللہ اس مسئلہ پر مفصل بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں (ماخوذ از فیض الباری شرح بخاری)

"حضور ﷺ دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے دولت سرمدی سے آپ کو نوازا اور اپنے فضل اور احسان سے عزت افزائی فرمائی۔ پس بڑے تواتر سے کہتے مگر یہ دیدار ایسا تھا جیسے حبیب اپنے حبیب کا دیدار کرتا ہے۔ نہ وہ آنکھیں بند کرنے کی قوت رکھتا ہے اور نہ ہی ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے کی طاقت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مفہوم ہے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی

موسیٰ زِ ہوش رفت بیک جلوۂ صفات | تو عین ذات می نگری در تبسمی

(۴) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے "اشعۃ اللمعات" کی جلد چہارم میں اس مسئلہ کی تحقیق کرتے ہوئے اسی قول کو پسند فرمایا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے دیدار کا شرف حاصل کیا الحمد علیٰ ذلک۔ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی یقیناً انہوں (حضور ﷺ)

نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ آیات کبریٰ کی تشریح علامہ پانی پتی رحمہ اللہ یوں کرتے ہیں

اولمراد بالایات العجائب الملکویۃ التی راھا فی لیلۃ المعراج فی مسیدہ وودہ من البراق والسموٰت و الانبیاء الملائکۃ والسدرۃ المنتھی وجنۃ الماوی (تفسیر مظہری)

یعنی آیات سے مراد عالم ملکوت کی وہ عجیب وغریب چیزیں ہیں جن کا مشاہدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر معراج پر جاتے ہوئے اور واپس آتی دفعہ کیا۔ مثلاً براق، سات آسمان (کے عجائبات)، انبیاء کرام، فرشتے، سدرۃ المنتہیٰ اور جنت الماویٰ وغیرہ۔ علامہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کائنات کی بظاہر چھوٹی سے چھوٹی چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت کی بہت بڑی نشانی ہے۔ ان آیات کو آیاتِ کبریٰ اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کے ساتھ مخصوص تجلیات کا تعلق ہے اور اس پر اللہ کی رحمتوں اور برکات کا نزول جس کثرت سے ہوتا ہے وہ کسی دوسری آیت کو نصیب نہیں۔ (تمت بالخیر)

سرزمین پاک وہند دنیا کے زرخیز ترین خطوں میں سے ایک ہے۔ مادر گیتی نے یہاں قابل ترین فرزندوں کو جنم دیا ہے جن میں نامور مفکر، مذہبی مصلح، عارفانِ باکمال، گرامی قدر مفسرین اور شہرہ آفاق محدثین بکثرت رشد وہدایت کے فریضے سرانجام دیتے رہے ہیں۔

انہی باکمال ہستیوں میں ایک معتبر نام محدث جلیل اور مفسر بے عدیل حضرت قاضی ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی خلیفہ اجل حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید کا ہے، انہوں نے ''تفسیر مظہری'' کے نام سے قرآن پاک کی شرح لکھی اور اسے اپنے شیخ طریقت کے نام سے موسوم کیا ہے۔ تفسیر علم وفضل کا خزینہ اور شریعت وطریقت کا دفینہ ہے۔ دینی مسائل کو نہایت عمدگی کے ساتھ اہل سنت والجماعت کے طریقے کے مطابق حل کیا گیا ہے۔ زباندانی کے لحاظ سے صرف اور نحو کی پیچیدگیوں کی بھی وضاحت کی گئی ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں حضرت العلامہ واقعہ معراج کو کس مفکرانہ انداز میں بیان کرتے ہیں:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً--- سُبْحٰن پاک ہے یا میں اللہ کی پاکی کا اقرار کرتا ہوں یا اللہ کے پاک ہونے کا اقرار تم کرو۔ سُبْحٰن اسم مصدر ہے بمعنی تسبیح کے، تسبیح کے معنی پاک جاننا اور پاکی کا اقرار کرنا، کبھی اللہ کے نام کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ سُبْحٰن اگرچہ اسم مصدر ہے

لیکن بجائے فعل کے استعمال ہوتا ہے۔ کلام کے آغاز پر لانے سے مقصد یہ ہے کہ اس کے بعد جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس پر اللہ کے سوا کسی کو قدرت نہیں (کبھی سُبحٰن بطور تعجب بھی بولا جاتا ہے جیسے کہتے ہیں سبحان اللہ)۔

اَلَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً وہ جو لے گیا اپنے خاص بندے کو رات کے وقت۔ اَسْرٰی کے معنی ہیں رات کو لے جانا اس کے بعد لَیْلاً کو بصورت نکرہ ذکر کرنے سے وقت کی کمی کی طرف اشارہ ہے (یعنی رات کے قلیل ترین وقت میں)۔

مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ: حرمت والی مسجد (یعنی کعبہ) سے (صحیحین میں حضرت انس کی وساطت سے حضرت بن صعصعہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں مسجد حرام کے اندر نیند و بیداری کی درمیانی حالت میں تھا کہ جبریل امین براق لے کر میرے پاس آئے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق حطیم (کعبۃ اللہ کا ایک مقام) میں نیند کی حالت میں ایک آنے والا میرے پاس آیا۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ حضور کو معراج حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان سے ہوئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق جو صحیحین میں مذکور ہے ارشاد فرمایا ''میں کعبۃ اللہ میں تھا کہ چھت میں میرے لئے سوراخ کر دیا گیا۔ ابو یعلی اور طبرانی میں مذکور ہے حضور اُمِ ہانی کے مکان سے معراج کو تشریف لے گئے اور واپس آ کر اُمِ ہانی سے معراج کی کیفیت یوں بیان فرمائی کہ انبیاء کو مشکل (یعنی مجسم) کر کے میرے سامنے لایا گیا میں نے انہیں نماز پڑھائی پھر صبح کو حضور ﷺ مسجد تشریف لائے اور قریش کو اطلاع دی، لوگوں نے تعجب کیا، بعض نو مسلم مرتد ہو گئے۔ لوگوں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اگر حضور ﷺ نے ایسا فرمایا ہے تو میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اس تصدیق کی وجہ سے ان کو صدیق کا لقب مل گیا۔ کچھ لوگ یہ سن کر بیت المقدس جا چکے تھے، واپسی پر انہوں نے حضور سے بیت المقدس کے متعلق دریافت کیا۔ فوراً باذن ربی سامنے سے پردے ہٹا دیئے گئے، آپ نے کیفیت صحیح بیان کی۔ انہوں نے حضور سے اپنے قافلے کے متعلق پوچھا۔ حضور نے اونٹوں کی تعداد، لدے ہوئے مال کے بارے میں فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ

قافلے کے آگے خاکستری رنگ کا اونٹ ہوگا، قافلہ فلاں دن طلوع آفتاب کے وقت پہنچے گا۔ لوگ دوڑتے دوڑتے پہاڑ کے درّے میں پہنچے اور قافلے کو ویسے ہی پایا جیسا بیان کیا گیا تھا۔ اہل قریش اس کے باوجود ایمان نہ لائے اور کہا "یہ تو محض کھلا ہوا جادو ہے"۔

بغوی نے لکھا ہے کہ مقاتل کی روایت کے مطابق معراج ہجرت سے ایک سال پہلے ہوئی۔ لوگ کہتے ہیں ایک بار رجب کے مہینے میں اور دوسری بار ماہِ رمضان میں۔

اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا : مسجد اقصاء یعنی بیت المقدس تک۔ اقصا انتہائی۔ آخری کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مسجد حرام سے بیت المقدس تک کوئی اور مسجد نہیں تھی چونکہ وہ بہت دور تھی اس لئے قریش کو تعجب ہوا کہ راتوں رات حضور وہاں سے کیسے واپس آئے۔

بیضاوی نے لکھا ہے بیت المقدس تک آن کی آن میں حضور ﷺ کا پہنچنا ناممکن نہ تھا۔ آفتاب کے دونوں کناروں کے درمیان کی مسافت زمین کے دونوں کناروں کی مسافت سے تقریباً ایک سو ساٹھ گنا زائد ہے۔ ایک سیکنڈ میں آفتاب کا نچلا کنارہ بالائی کنارے کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔

علم کلام کی رو سے تمام اجسام میں اعراض کو قبول کرنے کی صلاحیت یکساں ہے پھر جب اجرام فلکی میں یہ صلاحیت ہے تو خالق اکبر سے یہ بعید نہیں کہ وہ رسول خدا ﷺ کے وجود میں آفتاب جیسی یا اس سے بھی زیادہ تیز حرکت پیدا کردے۔ بنابریں مسبب الاسباب کیلئے یہ ناممکن نہیں کہ جیسا کچھ جس کسی میں چاہے پیدا کردے۔ رہی تعجب کی بات تو وہ معجزات پر ہوا ہی کرتا ہے وہ معجزہ ہی کیا جس پر تعجب نہ کیا جائے۔

اَلَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ' وہ جس کے ماحول کو ہم نے برکت والا بنادیا ہے، یہ برکت جغرافیائی لحاظ سے ہے یعنی اس سرزمین میں بکثرت دریا، نہریں، درخت اور پھل پیدا کردیئے ہیں اور تاریخی اعتبار سے اس علاقے کو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کا مولد و مدفن، قرارگاہ اور منزل وحی بنایا تھا نیز قیامت کو لوگوں کا حشر وہیں سے ہوگا۔

لِنُرِیَهٗ' مِنْ اٰیٰتِنَا' تاکہ ہم اس بندے کو اپنی قدرت کی کچھ عجیب نشانیاں دکھادیں۔ چالیس دن

کی مسافت رات کے قلیل ترین وقت میں طے کرانا پھر بیت المقدس سے آسمانوں تک کی سیر، انبیاء کرام کو مجسم بنا کر دکھانا پھر ان کی امامت کرانا اور ان کے علاوہ دوسرے محیر العقول عجائبات قدرت کا مشاہدہ کرانا، یہ سب کچھ اللہ پاک کی وہ آیات تھیں جن کا معائنہ کرانا مقصود تھا۔

اِنّہٗ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ بیشک اللہ پاک (نبی کی دعا اور کلام کو) خوب سننے والا اور (آپ کے احوال او افعال کو) خوب دیکھنے والا ہے اور تاریکیٔ شب میں آپ کی حفاظت کرنے والا ہے۔

بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ شب معراج حضور کا جسد اطہر غائب نہیں ہوا بلکہ روح مبارک کو لے جایا گیا تھا یعنی معراج خواب میں ہوئی اس کی تائید حضرت انس بن مالک کے بیان سے ہوتی ہے جو امام بخاری نے نقل کیا ہے۔ حضور ﷺ مسجد حرام میں سو رہے تھے کہ تین شخص آئے۔ اول نے کہا وہ کون سا ہے؟ درمیان والا بولا وہ سب سے افضل ہے تو تیسرے نے کہا اسی شخص کو لے لو۔ یہ رات یونہی گزر گئی (کوئی اور واقعہ نہیں ہوا) دوسری رات حضور ﷺ کی آنکھیں بند تھیں دل بیدار تھا، انبیاء کی یہی کیفیت ہوتی ہے، اچانک وہ تینوں شخص آئے، بات کچھ نہیں کی، حضور کو اٹھا کر چاہ زمزم کے پاس لے گئے۔ جبریل نے سینہ مبارک ہنسلی کے گڑھے سے ناف تک چاک کیا۔ اندرونِ صدر کو زمزم سے دھویا پھر اس میں ایمان و علم کی دولت بھر کر سینہ سی دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے معراج کی پوری حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ آسمانِ دنیا میں پہنچے تو وہاں سے دو دریا نیل و فرات کو نکلتے دیکھا جن کا سرچشمہ یہاں ہے پھر جبریل حضور کو آسمان میں لے چلے وہاں پر ایک اور دریا کو دیکھا۔ حضور نے جب اس میں ہاتھ مارا تو وہ یک دم خالص مشک بن گیا، دریا پر موتی اور زبرجد کا محل بنا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے جبریل سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ کوثر ہے جو آپ کیلئے مخصوص ہے۔ حضرت انس نے فرمایا پھر آپ کو ساتویں آسمان تک لے جایا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب میرا تو گمان بھی نہ تھا کہ کسی کو مجھ پر بلندی حاصل ہوگی پھر آپ کو مزید اوپر لے جایا گیا یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے اور خداوند بزرگ و برتر کا قرب حاصل ہوا۔ خالق اکبر اپنے حبیب ﷺ سے ملنے کچھ اور نیچے آئے حتیٰ کہ دو کمانوں کے فاصلہ کے

بقدر یا اس سے بھی زیادہ قریب ہو گیا۔ وہاں آپ کو رات دن میں پچاس نمازوں کا حکم ملا۔ آپ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور نمازوں کے متعلق انہیں بتایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ کی امت سے ان کی ادائیگی نہ ہو سکے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصرار پر آپ بار بار اللہ پاک سے تخفیف کے متعلق درخواست کرتے رہے حتی کہ آخر میں پانچ نمازوں کی فرضیت کا حکم ہوا، حضور نے اس پر ہی اکتفا کیا۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ بیدار ہوئے تو مسجد حرام میں تھے اس سے معلوم ہوا کہ یہ سارا معراجی واقعہ خواب کا تھا لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔

صحیح متواتر احادیث سے اسی پر اجماع ثابت ہے کہ آیت سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا میں معراج کا ذکر بیداری کی حالت کا ہے جو حضور کو جسمانی ہوئی اگر خواب میں ہوتی تو قریش کو تعجب اور انکار ہی کیوں ہوتا۔

ہمارے شیخ امام نے بیان کیا ہے کہ بعض علماء حدیث کے مطابق کہ صحیحین میں سوائے حدیث مذکور کے اور کوئی ایسی حدیث نہیں جس سے منامی معراج کا ثبوت ملتا ہو۔ حقیقت میں آغاز وحی سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں معراج کا واقعہ دیکھا پھر اس کو محقق کرنے کیلئے ہجرت سے ایک سال پہلے آپ کو بیداری کی حالت میں معراج کرادی گئی۔

شب اسریٰ بیت المقدس کا سفر اور واقعہ معراج کے حالات کی توضیح مسلم نے ابوہریرہ کی روایت سے بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے میں حجر اسود کے پاس موجود تھا۔ قریش شب اسریٰ کے سفر کے واقعات پوچھ رہے تھے۔ بیت المقدس کے متعلق مجھ سے پوچھا جو مجھے یاد نہ تھا۔ اس کی وجہ سے مجھے بڑی پریشانی لاحق ہوئی۔ اس وقت میرے معبود نے میری آنکھوں کے سامنے سے پردے ہٹا دیئے اور بیت المقدس مجھے سامنے نظر آنے لگا۔ اب اہل قریش جو سوال بھی کرتے بلا تردد ان کو دیکھ کر بتا دیتا۔ میں نے انبیاء کی امامت کرتے ہوئے بھی اپنے آپ کو دیکھا۔ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی نماز پڑھتے دیکھا۔ وہ چھریرے بدن کے گھونگھریالے بالوں والے شخص تھے، میں نے ان کی مشابہت بنی شنورہ کے عروہ بن ثقفی کے قریب پائی۔ میں نے

ابراہیم علیہ السلام کو نماز پڑھتے دیکھا جن کی مشابہت میرے ساتھ تھی پھر نماز کے وقت میں نے انبیاء کی امامت کی۔

صحیح بخاری کی ایک دوسری حدیث میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مندرجہ بالا مضمون کے اعادہ کے ساتھ ساتھ یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے بھی میری ملاقات ہوئی وہ درمیانی قد کے گٹھے بدن کے سرخ رنگ والے آدمی تھے جو ابھی ابھی حمام کر کے آئے ہوں۔ میں نے ابراہیم علیہ السلام کو بھی دیکھا اور میں ان کی نسل میں سب سے زیادہ ان کے مشابہ ہوں۔ میرے سامنے دو برتن (کہ ایک میں دودھ اور دوسرے میں شراب تھی) لائے گئے اور مجھے اختیار دیا گیا کہ ان میں سے جونسا بھی چاہوں لے لوں میں نے دودھ لے کر پی لیا اس پر اس شخص نے (جس نے انتخاب کا اختیار دیا تھا) کہا کہ تم نے فطرتِ سلیمہ کو پالیا اگر شراب لے لیتے تو تمہاری امت گمراہ ہو جاتی۔

حضرت علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سورہ النجم کی شرح یوں کرتے ہیں

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى: قسم ہے (مطلق) ستارے کی جب وہ غروب ہونے لگے (والبی اور عوفی کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس نے فرمایا جب ثریا گر جائے (غائب ہو جائے) هَوٰى کا معنی ہے غائب ہو جانا، عرب ثریا کو اَلنَّجم کہتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ کی مرفوع روایت کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا زمین پر آفت ارضی (کیڑے مکوڑے وغیرہ سے ہوتی ہے ثریا کے نکلتے ہی وہ جاتی رہتی ہے)۔ (البغوی)

مجاہد نے کہا آسمان کے سب ستارے مراد ہیں اَلنَّجم الف لام جنسی ہے اس کے معنی برآمد ہونا اسی لئے ستاروں کو نجم کہا جاتا ہے۔ ہر برآمد ہونے والی چیز نجم ہے (جیسے نجم السن یعنی دانت برآمد ہوا) قرآن وسنت کے معنی بھی نجوم ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عباس کے ارشاد کے مطابق اس سے رجوم الشیاطین مراد ہیں جو عالم بالا کی باتیں سننے کیلئے اوپر جاتے ہیں ان پر انگاروں کی مانند پڑنے والے تارے ہی ہوتے ہیں۔

ابو حمزہ کی روایت کے مطابق یہاں وہ ستارے مراد ہیں جو قیامت کے دن جھڑ جائیں گے۔ عطا

کی روایت میں ابن عباس ﷺ کا قول ہے کہ اَلنَّجْم سے مراد قرآنِ پاک ہے کیونکہ یہ تیئیس (۲۳) برسوں میں تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا گیا، تنجیم کا معنی ہے تفریق۔

کلبی نے کہا ہے کہ ھَوٰی کا معنی ہے اوپر سے نیچے اترنا۔ اخفش نے کہا نجم سے مراد بیلدار پودا جس کا تنا نہ ہو۔ امام جعفر صادق نے فرمایا نجم سے مراد رسول اکرم ﷺ ہیں۔ جب شب معراج آسمان سے نیچے اترے (ھوٰی کا معنی اترنا)۔ بعض علماء نے کہا اَلنَّجْم سے مراد مسلمان اور ھوٰی سے مراد لحد میں دفن ہونا۔ نجم کے وقت ھَوٰی کو قسم سے اس لئے مخصوص کیا کہ یہ وقت نجم کے اوقات میں بہت فضیلت رکھتا ہے وہ یوں کہ

۱: اگر نجم سے مراد ثریا یا عام ستارے ہوں اور ھوٰی سے مراد شیاطین پر انگارے برسنا تو نجوم کی پیدائش کی اصلی غرض رجم الشیاطین ہی ہوگی اور اگر ھَوٰی سے مراد قیامت کے روز ستاروں کا جھڑنا تو تکمیل مقصد ستاروں کے گرنے کا وقت ہی ہوگا اور اگر ھَوٰی سے غروب نجم مراد ہو تو ستاروں کا طلوع اور غروب وجود صانع کا واضح ثبوت ہے اسی لئے ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کے ڈوبنے اور چاند سورج کے غروب سے صانع ازل کی ہستی پر استدلال کیا تھا اور کہا تھا لا احب الافلین۔

۲: اگر نجم سے نجم القرآن اور ھوٰی سے نزول قرآن مراد ہو تو بدیہی طور پر نزول قرآن لوگوں کی ہدایت کیلئے ہوا۔

۳: اگر نجم سے رسول معظم ﷺ کی ذاتِ گرامی اور ھَوٰی سے مراد شب معراج حضور ﷺ کا آسمان سے نیچے اترنا ہو تو ناقابل شک ہے۔ یہ حقیقت کہ عروج کے بعد آپ کا ہدایت خلق کیلئے نیچے اترنا اللہ کا عظیم احسان اور انعام ہے۔

۴: اگر نجم سے مراد مسلمان اور ھوٰی سے مراد قبر میں دفنانا ہو تو بلاشبہ ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ شیطانی اغوا اور نفسانی وسوسہ سے محفوظ رہ کر مومن کا مرنا اور دفن ہونا ایک عظیم نعمت خداوندی ہے۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَ مَا غَوٰی یہ تمہارے ساتھی نہ راہ سے بھٹکے نہ غلط رو ہوئے۔ صاحب سے مراد رسول ﷺ یعنی وہ (ﷺ) ہدایت کے راستے سے نہ بھٹکے اور نہ باطل کے راستے پر چل کر کج راہ

ہوئے۔ بعض علماء کے نزدیک ضلالت (گمراہی) ہدایت کے مقابل اور غی (کجروی) رشد کے مقابل ہوتی ہے یعنی حضور ﷺ ہدایت یافتہ ہیں (گمراہ نہیں) اور صاحب رشد ہیں (کجرو نہیں) اے اہل قریش! تمہارا خیال خام ہے جو آقا کو گمراہ اور کج رو سمجھتے ہو۔

وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اور نہ یہ ﷺ اپنی نفسانی خواہشات سے باتیں بناتے ہیں (یعنی قرآن ہو یا دوسرا ارشاد وہ اپنے میلانِ نفس سے کچھ نہیں کہتے ہیں) مطلب یہ ہے کہ شعراء کے اشعار کی طرح قرآن انہوں نے خود نہیں بنایا یعنی وہ جو کلام کرتے ہیں اپنے میلان نفس کے تحت نہیں کرتے وحی جلی (قرآنی آیات) ہو یا وحی خفی (احادیث) سب اللہ کی طرف سے ہوتی ہے بلکہ ان کا اجتہاد فکری بھی بامر خدا ہوتا ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ان کا ارشاد خالص وحی ہے جو ان کو بھیجی جاتی ہے اِنْ هُوَ یعنی قرآن، اس جملہ میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو یہ ثابت کرے کہ رسول مکرم ﷺ اپنے اجتہاد سے کوئی کلام نہیں کرتے تھے بلکہ وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى کی تائید اس آیت سے ہورہی ہے۔

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ان کو ایک بڑے طاقتور نے تعلیم دی (شَدِيْدُ الْقُوٰى یعنی اللہ جو بڑی قوتوں والا ہے، قُوٰى جمع ہے قوت کی)۔ ذُوْ مِرَّةٍ جو پیدائشی طاقتور ہے (مِرَّة: قوت، شدت، مضبوط کرنا --- قاموس) اللہ بڑی طاقت والا ہے وہی ہر چیز کی اصل کو مضبوط کرتا ہے۔ فَاسْتَوٰى پھر وہ (فرشتہ اپنی) اصلی صورت میں نمودار ہوا۔ (اِسْتَوٰى متشابہات میں سے ہے جس کے معنی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ سلف نے الرحمان علی العرش استوی کے معنی میں صراحت کی ہے۔ اسْتَوٰى کا معنی معلوم ہے لیکن کیفیت مجہول ہے۔ سہیل بن عبداللہ تستری نے فرمایا کسی مومن کو اسْتَوٰى کی ماہیت پر سوال نہیں کرنا چاہئے۔ ہم پر سوال کی بجائے رضا و تسلیم لازم ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ رسول سے اللہ کی نسبت ایسی ہی نامعلوم ہے جیسے عرش مجید یا کعبہ شریف سے اللہ کی نسبت مجہول ہے۔

وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى اس وقت وہ بلند ترین کنارے پر تھا، وَهُوَ یعنی رسول اکرم ﷺ طلب یہ ہے کہ نزول وحی کے وقت آقا ﷺ استعداد کی نہایت بلندی پر تھے۔ افق کا معنی ہے کنارہ۔ یعنی دائرہ

امکان کی آخری حد پر تھے کہ اس سے آگے دائرہ وجوب تھا جہاں سالک قدم نہیں رکھ سکتا۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۝ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝ پھر وہ (فرشتہ) رسول پاک ﷺ کے قریب آیا پھر اور قریب آیا سو فاصلہ دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم رہ گیا۔ دونوں جگہ مضاف محذوف یعنی مقدار قرب یعنی مقدار قرب دو قوسوں کے برابر بلکہ اس سے بھی قریب تھی۔ بغوی نے قصہ معراج میں شریک بن عبداللہ بن انس کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رب العزت نیچے حضور ﷺ کے قریب آیا حتی کہ دو کمانوں کے درمیان کا فاصلہ بلکہ اس سے بھی قریب۔ صوفیاء کا قول ہے "دو کمانوں سے مراد قوس امکان اور قوس وجوب، صوفی مرتبہ قرب میں قاب قوسین کے مقام پر پہنچتا ہے تو اس کی نظر دونوں قوسوں (دائرہ امکان اور دائرہ وجوب) کی طرف ہوتی ہے لیکن مرتبہ ادنیٰ (اقرب) پر پہنچتا ہے تو اس کی نظر سے قوس امکان پوشیدہ ہو جاتی ہے، اس کو اپنی ہستی کا نام و نشان نظر نہیں آتا۔ (قاب قیبۃ قاد اور قیدسب کے معنی مقدار اس جگہ انتہائی قرب سے کنایہ ہے۔ عرب کے رواج کے مطابق جو دو شخص دوستی کا معاہدہ کرتے تو بطور خلوص و مودّت دونوں شخص اپنی کمانیں چمٹا کر رکھ دیتے۔ اس سے مراد یہ تھی کہ ہم ایک دوسرے کے حمایتی ہیں اور ان کمانوں کی مانند ایک دوسرے کے قریب ہیں۔

وضاحت: یہاں قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی سے مراد باری تعالیٰ کے قرب کا مرتبہ ہے جس کا ادراک ایک عارف ہی کر سکتا ہے جس نے مرتبہ قرب کا مزانہ چکھا ہو وہ کیا جانے۔ (ذوق ایں مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی) ضحاک نے کہا ہے دَنَا فَتَدَلّٰی کی ضمیریں سرکار مدینہ کو راجع ہیں۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ اپنے رب سے قریب ہوئے پھر سجدہ کیلئے جھکے اس قول پر ضمیروں کا انتشار لازم آئے گا اس لئے یہ قول درست نہیں۔

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی ۝ پھر اللہ نے اپنے بندہ پر وحی نازل فرمائی جو جی چاہا نازل فرمائی۔ (اَوْحٰی اور عَبْدِهٖ کی ضمیریں شَدِیْدُ الْقُوٰی کی طرف راجع ہیں) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہی مروی ہے اور عربی قواعد کے لحاظ سے اس میں کوئی سقم بھی نہیں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ اور اکثر اہل تفسیر نے یہی معنی لیا ہے کہ شَدِیْدُ الْقُوٰی سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام اور

فَاستَوىٰ کی ضمیر بھی انہیں کی طرف ہے۔ ایک روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ذُو مِرَّۃٍ کا ترجمہ خوبصورت منقول ہے لیکن قتادہ رحمہ اللہ نے اس کا جو ترجمہ کیا ہے خوبصورت، طویل القامت اور ھُوَ کی ضمیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ فَاَوْحیٰ کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت العلامہ لکھتے ہیں

اِیُوحی سارا قرآن وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا کوئی حصہ خودساختہ نہیں۔ یُوحیٰ کی ضمیر ذوالحال ہے اس کے بعد سب جملے حال ہیں شَدِیدُ القُویٰ سے --- قَابَ قَوسَینِ اَو اَدنیٰ ٥ یہ سب آیات حال ہیں۔ عربی نحو کا قاعدہ ہے کہ حال اور ذوالحال کا زمانہ ایک ہونا چاہئے لہٰذا ان تمام کا وقوع مضمون وحی قرآن کے وقت ضرور ہونا چاہئے یعنی نزول آیات کے وقت جبریل کا استوا اور افق اعلیٰ پر موجودگی اور دو کمانوں کا فاصلہ لازماً ہونا چاہئے۔

۲: دوسرے اَوْحیٰ کی فاعلی ضمیر اور عبدہ کی مجرور ضمیر دونوں سے مراد اللہ ہے اس لئے اول اَوْحیٰ کا فاعل بھی اللہ ہوگا جبریل نہ ہوگا ورنہ انتشار ضمائر لازم آئے گا۔

۳: جبریل کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب نازل ہونا اور قوسین کے برابر قرب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے باعث کمال نہیں، حضور کا رتبہ جبریل سے افضل تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسمان میں میرے دو وزیر ہیں جبریل و میکائیل۔

۴: مَا کَذَبَ الفُؤَادُ مَا رَایٰ ٥ : قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں غلطی نہیں کی۔

اَلفُؤَادُ یعنی رسول پاک کا قلب مبارک (حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہر دو کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل کو دیکھا کہ ان کے چھ سو پنکھ تھے۔ حضرت مسروق رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے اُمّ المومنین سے پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آیات قرآنی لاتدرکه الابصار اور وما کان بشر ان یکلمه الله --- وراء حجاب پڑھ کر بڑے شدومد سے رویت الٰہی کا انکار کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا مَا کَذَبَ الفُؤَادُ مَا رَایٰ ٥ وَلَقَد رَاٰہُ نَزلَۃً اُخریٰ ٥ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تھا۔ عکرمہ رحمہ اللہ نے ابن عباس سے عرض کیا، کیا اللہ

نے نہیں فرمایا لا تدرکہ الابصار و ھو یدرک الابصار ابن عباس نے جواب دیا "ارے یہ (رویت) تو اس وقت ہوئی تھی جب اللہ اپنے نورِ (خاص) سے جلوہ انداز ہوا تھا۔ بے شک محمد ﷺ نے اپنے رب کو دو بار دیکھا۔ حضرت انس ؓ، حسن ؓ اور عکرمہ ؓ کا قول ہے کہ آقا ﷺ نے اپنے رب کو اپنی آنکھ سے دو بار دیکھا۔

بغوی نے بروایت عکرمہ حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلت اور موسیٰ علیہ السلام کو کلام کیلئے اور محمد ﷺ کو اپنی رویت کیلئے چن لیا ہے۔

ترمذی نے بروایت شعبی بیان کیا کہ کعب احبار ؓ نے حضرت ابن عباس ؓ سے عرض کیا اللہ نے کلام کو موسیٰ علیہ السلام اور دیدار کو محمد ﷺ کے مابین تقسیم کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام سے دو بار کلام کیا اور محمد ﷺ نے دو بار دیدارِ الٰہی کیا۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کہ میں نے اپنے رب کو دل سے دیکھا اگر ثابت ہو جائے تو اس سے رویت چشم کی نفی ثابت نہیں ہوتی البتہ اس کا مفہوم ایسا نکلتا ہے لیکن دلالت مفہوم معتبر نہیں البتہ حضرت ابن مسعود ؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول ضرور نفی رویت چشم پر دلالت کر رہا ہے لیکن یہ شہادت نفی مرجوح اور غیر معتبر ہے۔ شہادت ثبوت راجح ہے لہٰذا نفی رویت پر حضرت عائشہ کا استدلال کمزور ہے۔

حضرت ابو عباس ؓ کے ارشاد کے مطابق کذب (باب تفعیل سے) آیا ہے یعنی جو کچھ حضور ﷺ نے اپنی آنکھ یا اپنے دل سے دیکھا دل نے تصدیق کی، تکذیب نہیں کی بلکہ یقین کر لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ امور قدسیہ کا ادراک سب سے پہلے قلب سے ہوتا ہے پھر یہ ادراک چشم بصیرت کی طرف منتقل ہوتا ہے یعنی بصر و بصیرت اس کا ادراک کرتے ہیں پس اگر ادراک قلبی کے موافق ادراک چشم بصیرت ہو تو دل اس کی تصدیق کرتا ہے لیکن اگر بصر و بصیرت کی رسائی ادراک قلبی تک نہ ہو بلکہ اس کے خلاف ہو تو قلب اس کی تکذیب کرتا ہے۔

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی ○ : کیا تم ان سے ان کی دیکھی ہوئی چیز میں نزاع کرتے ہو۔

(تُمٰرُوْنَ مراءٌ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی جھگڑا کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ کیا تم نبی کی بات سن کر انکار کرتے ہو اور ان سے جھگڑتے ہو۔ یہ استفہام توبیخی اور انکاری ہے یعنی سرکار دو عالم ﷺ جس کے دیکھنے کا دعویٰ کر رہے ہیں تمہیں اس کا انکار اور جھگڑا نہیں کرنا چاہئے۔

وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ۝ اور انہوں (یعنی حضرت محمد ﷺ) نے اس کو (یعنی فرشتہ کو اس کی اصلی صورت میں) ایک مرتبہ پھر دیکھا (وَ لَقَدْ رَاٰهُ یعنی رسول مکرم ﷺ نے اپنے رب کو یا جبریل علیہ السلام کو ان کی اصل شکل میں دیکھا۔ نَزْلَةً اُخْرٰی یعنی ایک اور نزول اور قرب کی حالت میں دیکھا۔ مطلب یہ ہے کہ جب آئینہ قلب میں صفائی پیدا ہوتی ہے تو مرتبہ علم میں نزول وعروج ہوتا ہے۔ اُخْرٰی کے لفظ سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ رویت صرف دو مرتبہ ہوئی بلکہ اس سے مراد تعدد ہے اور تعداد کا ادنیٰ درجہ دو کا عدد ہے۔ اس لئے حضرت ابن عباس اور کعب الاحبار کے مکالمہ میں آیا ہے کہ رسول معظم نے اپنے رب کو دو بار دیکھا۔

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی ۝ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور کعب الاحبار رضی اللہ عنہ کے سوال جواب میں جس رویت چشم کا ذکر آیا ہے یہ وہی رویت ہے جو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہوئی۔

سدرہ کو منتہیٰ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اعمالِ خلق پہنچنے کی یہ آخری حد ہے۔ یہاں پہنچ کر ملائکہ سے لے لئے جاتے ہیں اوپر سے، احکام فرشتے یہاں سے وصول کر کے نیچے اترتے ہیں۔ گویا یہ مقام احکام الٰہی کے نزول اور اعمال خلق کے عروج کی حدِ آخریں ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ سے جو کچھ پرے ہے وہ غیب ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور کعب رضی اللہ عنہ کے کلام کا یہی مطلب ہے۔ مسلم کا بیان ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا شب معراج رسول اکرم ﷺ کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا۔ یہ چھٹے آسمان میں ہے زمین سے جو اعمال اوپر چڑھتے ہیں وہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچتے ہیں وہاں سے اوپر خالق حقیقی کے پاس لے جایا جاتا ہے اور جو حکم اوپر سے نازل ہوتا ہے وہ سدرہ تک آتا ہے اور ملائکہ کو سپرد کیا جاتا ہے۔

بغوی لکھتے ہیں بلال بن یسار رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کعب احبار رضی اللہ عنہ سے

سدرہ کے متعلق دریافت کیا۔ کعب رضی اللہ عنہ نے کہا سدرہ عرش کی جڑ میں ہے جہاں تک مخلوقات کے علم کی رسائی ہے اس سے آگے غیب ہے جس سے ماسوا اللہ کوئی واقف نہیں۔ بغوی نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سدرہ کا ذکر سنا، آپ فرمار ہے تھے اس کی شاخ کا سایہ ایسا ہے کہ ایک سوار سو برس تک اس کے نیچے چلتا رہے، اس کے سائے کے نیچے ایک لاکھ سوار آسکتے ہیں، اس کا فرش سونے کا اور پھل مٹکوں کی مانند ہیں۔

مقاتل نے اس کی تشریح یوں کی ہے وہ ایک درخت ہے جو زیور، لباس، پھلوں اور تمام رنگوں سے آراستہ ہے اگر اس کا پتا گر جائے تو زمین کے سب رہنے والوں کو روشن کردے، یہی طوبیٰ ہے۔

عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى ○ اس کے قریب جنت ماویٰ ہے۔ عطا کی روایت کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ ایسی جنت ہے جو جبریل اور دوسرے ملائکہ کی قرارگاہ ہے۔ مقاتل اور کلبی نے کہا شہدا کی روحیں یہیں اقامت گزیں ہوتی ہیں۔

اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ○: جب سدرہ کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں لپٹ رہی تھیں (مَا يَغْشٰى: یہ اول يَغْشٰى کا فاعل ہے یعنی سدرہ پر وہ چیز چھائی ہوئی تھی کہ اس کی خوبصورتی، کثرت اور حقیقت کا ادراک کما حقہ نہ ہونے کی وجہ سے کوئی اس کی پوری کیفیت بیان نہیں کرسکتا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں روایت ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب سدرہ پر جو کچھ چھانا تھا بامرخدا چھا گیا تو اس کی حالت بے محابا حسن کی وجہ سے بدل گئی۔ مسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول مَا يَغْشٰى کے سلسلہ میں نقل کرتے ہوئے اسے سونے کے پتنگے سے تشبیہ دی ہے۔ بغوی نے حسن کا قول بیان کیا کہ رب العزت کا نور اس پر چھا گیا جس کی وجہ سے سدرہ جگمگانے لگا۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کی محبت کی وجہ سے ملائکہ کوؤں کی طرح اس پر چھا گئے۔ نور کا چھا جانا نورانی جلوہ پاشیوں کی ایک قسم ہے۔ بغوی فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اس کے ہر پتا پر ایک فرشتے کو اللہ کی پاکی بیان کرتے دیکھا۔

(جاری ہے)

بیادِ شاہبازِ لامکانی محبوب سبحانی غوث اعظم

حضرت الشیخ سید عبدالقادر الگیلانی رضی اللہ عنہ

از شاعرِ بے نظیر محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

یہ مرتبہ و جاہ و حشم غوث پاک کا
گردن پہ ہر ولی کی قدم غوث پاک کا

سنتے تھے وعظ شاہ و امم غوث پاک کا
اعزاز کچھ نہیں ہے یہ کم غوث پاک کا

ہر عہد، پہلے عہد سے بڑھ کر ہے معترف
ہر دور میں فزوں ہے حشم غوث پاک کا

تھی ترجمانِ حق و صداقت زبانِ شیخ
میزابِ معرفت تھا قلم غوث پاک کا

سمجھا دیئے حقائقِ دین عرب اسے
ممنون ہے شعورِ عجم غوث پاک کا

یہ ذوقِ دین و جذبۂ حق شرق و غرب میں
فیضان ہے خدا کی قسم غوث پاک کا

ہر مے فروش ہے اسی میخانے کا گدا
چاہے ہے ہر کریم، کرم غوث پاک کا

منزل گہہ فلاح و سعادت ہے ان کی راہ
نقشِ نجات، نقش قدم غوث پاک کا

ہر کارزارِ زیست میں ہم ہوں گے کامیاب
تھاما ہوا ہے ہم نے علَم غوث پاک کا

اس ذکر سے بقا ہے ہمارے وجود کی
کرتے رہیں گے تذکرہ ہم غوث پاک کا

یہ بھی بہ حق مہر علی شاد کام ہو
طارق بھی ہے حریصِ کرم غوث پاک کا

دُرِّ معانی فی بعض حالات

حضرت محبوب سبحانی

حضرت شیخ الحدیث، علامۂ اجل، رئیس الواعظین صاحبزادہ حافظ علی احمد جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خطیب جامع مسجد کچہری ہا) پشاور شہر کے یگانہ روزگار عالم اور بلند پایہ فقیہہ تھے۔ علامہ موصوف نے ۲۵ مئی ۱۹۴۰ء میں یہ علمی اور روحانی مضمون تحریر فرمایا۔ قارئین کے استفادہ کیلئے مضمون ہٰذا دوبارہ شائع کیا جارہا ہے۔ مضمون نگار کے مفصل حالات "الحسن" کے شمارہ نمبر ۹۵-۹۶ میں ملاحظہ فرمائیں (مدیر اعلیٰ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

لِکُلِّ شَیۡءٍ اِذَا فَارَقۡتَہٗ عِوَضٌ – وَ لَیۡسَ لِلّٰہِ اِنۡ فَارَقۡتَہٗ عِوَضٌ

ترجمہ: جو چیز آپ سے چھوٹ جائے تو اس کا عوض اور بدلہ ہوسکتا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ سے آپ نے چھوڑ کر توڑ دی تو اس کی تلافی ہرگز نہ ہوسکے گی۔

مسلمانوں کیلئے (تمدن، اقتصاد اور سیاست ہر حال میں) ایمان اور تقویٰ کے حکم کے ساتھ معیت صادقین کی شرط لازمی اور طرہ امتیاز ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ خداتعالیٰ کے منعم علیہم مقبول بندوں کی یہی جماعت ہے جس کو اولیاء اللہ کے ساتھ مخاطب فرما کر ارشاد ہوا کہ اَلَا اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡھِمۡ وَ لَا ھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ یہی وہ بزرگ ہستیاں ہیں جن کی خیرات میں ہمیں تُمۡطَرُوۡنَ اور تُرۡزَقُوۡنَ فرمایا گیا یعنی انہیں کی برکات اور دعاؤں سے مینہ برسایا جاتا ہے اور ہمیں رزق دیا جاتا ہے۔ اگر یہ سب کے سب دنیا سے اٹھ جاویں تو قیامت برپا ہوجائے گی۔

بقاودوام عالم کے سلسلہ کائنات میں ان تصرفات اور تقررات کا ذکر احادیث صحیحہ میں موجود ہے

چنانچہ[۱] خطیب بغداد نے "تاریخ بغداد" میں امام ابومحمد عبدالعزیز کتانی محدث سے روایت کی ہے کہ ہر زمانہ میں انتظام عالم کیلئے حسب ذیل عملہ کا انتخاب قائم رہتا ہے اور ہر وقت اس قدر اشخاص کی جماعت دنیا میں موجود رہتی ہے۔

نقبا، نجبا، ابدال، اخیار، عمود یا اوتاد ان سب کے اوپر قطب یا غوث جب ان میں سے کوئی ایک وصال فرما جاتا ہے تو سلسلہ بندی کے طور پر اس کی جگہ کارکنان قضاء وقدر پُر کرتے ہیں۔ ابن ابی الدنیا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت کے ابدال کی علامت یہ ہے کہ وہ کبھی کسی پر لعنت نہیں کرتے۔

حکیم ترمذی نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ایک طویل راویت میں فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام زمین میں اوتاد تھے۔ جب نبوت ختم ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جگہ حضور سرکار دو عالم ﷺ کی امت سے ایک قوم کو مقرر فرمایا، یہ لوگ دراصل انبیاء علیہم السلام کے خلیفے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ساتھ خاص کرلیا ہے، انہیں اپنا خاص علم عطا فرمایا۔ ان ہی کی وجہ سے زمین سے مصیبتیں اور آدمیوں کی بلائیں دور ہوتی رہتی ہیں، ان ہی کی دعا سے بارش ہوتی ہے۔

حکیم ترمذی نے پھر یہ بھی لکھا ہے کہ یہ لوگ اس امت کی امان ہیں۔ اگر یہ نہ ہوں تو زمین میں فساد پیدا ہو جائے اور دنیا خراب ہو جائے۔ چنانچہ اسی مضمون کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیہ کریمہ میں بیان فرمایا وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ یعنی اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ بعض کی بلا بعضوں کی وجہ سے دفع کر دیتا ہے تو ضرور زمین خراب ہو جاتی۔

ابونعیم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں یہاں تک فرما دیا ہے کہ انہیں بابرکت وجودوں کے سبب اللہ تعالیٰ حیات اور ممات دیتا ہے۔ جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حیات وممات ان کی وجہ سے کیسے ہوتی ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے امتوں کی کثرت کی دعا مانگتے ہیں تو مخلوق بڑھ جاتی ہے اور ظالموں کے قطع ہونے کی عرض کرتے ہیں تو وہ قطع

[۱] از اکسیر اعظم، جلد ۴

ہو جاتے ہیں۔ نیز اسی سلسلہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں تین سو آدمی ایسے پیدا ہوتے ہیں جن کے قلوب مثل قلب حضرت آدم علیہ السلام کے ہوتے ہیں۔ چالیس آدمیوں کے قلوب مثلِ قلبِ حضرت موسیٰ علیہ السلام، سات آدمیوں کے قلوب مثل حضرت ابراہیم علیہ السلام، پانچ بزرگوں کے قلوب مثل حضرت جبرئیل علیہ السلام تین مثل قلب میکائل علیہ السلام اور ایک قلب مثل قلب حضرت اسرافیل علیہ السلام کے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

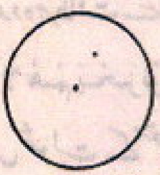

اس مقام پر عارفین کاملین فرماتے ہیں کہ جو قلب حضرت اسرافیل پر ہوتا ہے وہی قطب یا غوث ہوتا ہے، اس کا مقام منجملہ دیگر اولیاء کرام کے ایسا ہے جیسا دائرہ میں مرکز کا نقطہ اور اسی سے تمام عالم کی اصلاح ہوا کرتی ہے۔

اس تمہید کو ذہن نشین کر لینے کے بعد یہ امر قابل یادداشت ہے کہ سال ۴۷۰ ہجری کا زمانہ جو حضور سرکار دو عالم ﷺ کی ہجرت مبارک سے ساڑھے چار سو سال سے زائد ہے اس میں باتفاق مؤرخین اور محدثین حضرت قطب ربانی، شہباز لامکانی، غوث صمدانی سید شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز اپنے وقت کے قطب اور غوث بلکہ غوثِ اعظم تھے۔ ان کے تجرات علوم، مکاشفات، کرامات چونکہ مشکوٰۃ نبوت حضور سرکار دو عالم ﷺ کے مستنیر اور مستفضی ہیں اس لئے آنحضرت حامل وِعائین رسول کریم تھے۔ وِعائین سے وہ حدیث بخاری مراد ہے جو کتاب عالم میں بروایت حضرت ابی ہریرہ آتی ہے

حفظت من رسو ل اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه و آله وسلم وعائین فاما احدهما فبثثتة فیکم و اما الاخر فلو ثبثشه قطع هذا البلعوم یعنی مجری الطعام (رواه البخاری)

کہ میں نے حضور سرکار دو عالم سے دو وِعاء حفظ کئے ان دونوں میں سے ایک یہ (علم) جو تمہیں سکھاتا ہوں اور دوسرا وِعاء (علمِ عرفان) اگر تم پر ظاہر کروں تو یہ گردن کٹ جائے۔

جب اس حدیث مبارک کے پیش نظر حضرت غوثیت مآب کا زہد و تقویٰ، خشیت الٰہی، اطاعت اور انتہائے عبادت کا وہ مقام جسے احسان فرمایا گیا شرعی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے تو ایک اعلیٰ مجاہد، انتہائے

تقویٰ، کمال زہد و ریاضت پر پہنچی ہوئی با کمال ہستی نظر آتی ہے اور جب وعاءِ ثانی کے تحت ان کی خوارق، کرامات، مکاشفات اور پر اسرار رموز و نکات (جو انسانی دائرہ کا مرکزی نقطہ سمجھنا چاہئے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے اور جو کہ لوگوں کے ادراک اور سمجھ سے بہت بالاتر ہے اسی واسطے بعض اوقات تھوڑے علم والوں کو اس مقام پر دھوکا لگ جاتا ہے اور وہ اپنے مادیات کے چکر میں آکر چکرا جاتے ہیں حالانکہ یہی انوار، برکات، فیوض لدنی ہمیشہ قلوب اولیائے کرام پر وارد ہوتے رہتے ہیں۔ جس کے بعد وہ ہر طاقت سے نڈر بے خوف و خطر ہو کر امرِ معروف تبلیغ اسلام میں منہمک ہو کر لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ کے مصداق بن جاتے ہیں۔ ان لوگوں کی معیت، ان کی خدمت، ان کی مجالس میں شمولیت کے متعلق کئی احادیث صحیحہ اور آیات بینات موجود ہیں۔ طالب صراطِ مستقیم جوئیندہ رضائے مولا کریم اور متبع سنت رسول رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ایمان کی حفاظت، اعمال کی صحت وسلامتی کیلئے ان کی معیت میں رہنا کونوا مع الصدقین کے امر کے ساتھ ظاہر کرتا ہے کہ بغیر ان کی صحبت کے اللہ تعالیٰ تک بھی رسائی نہیں ہو سکتی

گر تو خواہی ہم نشینی با خدا | رو نشین اندر حضور اولیاء

اسی واسطہ کہا گیا ہے کہ ہر ایک گئی ہوئی چیز کا بدل ہو سکتا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ سے تم نے قطع و برید کر لی تو اس کا کوئی بدل یا اس کی تلافی نہ ہوگی۔

لِكُلِّ شَيْءٍ إِذَا فَارَقْتَهُ عِوَضٌ - وَلَيْسَ لِلّٰهِ إِنْ فَارَقْتَهُ عِوَضٌ

اب ہم اختصار کے ساتھ اس سلطان ولائت، شہبازِ اوج کرامت کے بعض حالات اور کرامات درج کرتے ہیں لَعَلَّ اللهَ يَرْزُقُنِي صَلَاحاً

اسم گرامی: محبوب سبحانی، قطب ربانی، شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز۔

کنیت: طریقت میں امام آئمہ، شریعت میں محبوبِ سبحانی، ابو محمد، لقب محی الدین۔

وجہ تسمیہ: صاحب "خزینۃ الاصفیاء" اور دیگر کتب معتبرہ میں آنحضرت (حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ) سے

روایت ہے کہ میں ابتدائے حال میں ایک دفعہ جمعہ کے دن باہر جا رہا تھا۔ ایک بیمار نہایت نحیف و ضعیف بے ہوش پڑا ہوا دیکھا کہ میرا نام لے کر پکار رہا ہے جب میں اس کے پاس پہنچا تو اس نے السلام علیکم ورحمت اللہ یا شیخ عبدالقادر کہہ کر مخاطب کیا۔ جب میں نے اس کے سلام کا جواب دیا اور اس کے پاس جا کر بیٹھا تو یکدم وہ مریض اٹھ بیٹھا۔ اس کا چہرہ تر و تازہ اور نہایت روشن ہو گیا۔ تمام نقاہت اور آثار ضعیفی اس کے جاتے رہے اور نہایت خوش ہو کر مجھے فرمانے لگا کہ آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں! فرمایا کہ میں تمہارے جد امجد حبیب کردگار حضرت محمد مصطفی ﷺ کا دین اسلام ہوں۔ لوگوں کی نافرمانبرداری اور بے دینی سے میں بہت ضعیف ہو چکا تھا۔ آج مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کے وجود کی برکت سے تازہ حیاتی عطا فرمادی ہے۔ جاؤ آج سے انت محی الدین (آپ دین کے زندہ کرنے والے) لقب مبارک سے ملقب کئے گئے ہیں۔

جب میں وہاں سے رخصت ہو کر جامع مسجد میں پہنچا تو ایک شخص میری جوتیاں اٹھا لایا اور یا محی الدین کہہ کر پکارا۔ اس کے بعد جو نماز ہو چکی تو یکدم لوگوں کا ہجوم مجھ پر ٹوٹ پڑا۔ تمام مخلوقات میرے ہاتھ اور پاؤں چوم چوم کو مجھے محی الدین، محی الدین کہہ کر پکارتی تھی۔ اس کے بعد کمالات و مقامات میں دن دگنی رات چوگنی ترقی ہوتی گئی۔

ولادت باسعادت: اول شب ماہ رمضان المبارک ۴۷۰ ہجری یا بوقت صبح طلوع بروز دوشنبہ بمقام جیلان واقع ہوئی۔

وفات شریف: یازدہم (گیارہ) ربیع الثانی ۵۶۲ ہجری بہ شب دوشنبہ بعد نماز عشاء بعمر نوے سال سات ماہ نوروز ہوئی۔

مزار مبارک: بغداد شریف میں زیارت گاہ عالم اور مرجع خلائق و نسل آدم ہے۔ سترہویں ربیع الثانی کو ہمیشہ وہاں پر بڑی دھوم دھام سے عرس مبارک ہوا کرتا ہے لیکن ہمارے پنجاب و ہندوستان میں یہ تقریب گیارہویں ربیع الثانی کو بالالتزام منائی جاتی ہے۔ آپ کی عمر مبارک تولد اور وصال کے متعلق

ایک مشہور نورانی رباعی ہے

جناب غوث اعظم قطب عالم	کہ نورش یافت از ماہ تا بماہی
سنینش کامل و عاشق تولد	وصالش داں تو معشوق الٰہی

(عمر مبارک) ۹۱ (ولادت) ۴۷۱ھ (وصال) ۵۶۲ھ

حلیہ مبارک: نحیف البدن، میانہ، بالا عریض الصدر (سینہ کشادہ) گدم گوں، پیوستہ ابرو۔

ورود مسعود بہ بغداد شریف: سال ۴۸۸ ہجری میں بعمر ۱۸ سال بغداد شریف تشریف لائے۔

آپ کی والدہ محترمہ حضرت ام الخیر فاطمہ دختر حضرت شیخ عبداللہ الصومعی مقتدائے گیلان کی تھیں۔اس واسطے آپ کو گیلانی کہتے ہیں لیکن دراصل آپ کا مسکن جبال نامی پہاڑ زیرِ کوہِ جودی ہے جہاں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان کی ٹھہری تھی۔

سلسلہ نسب عالی: آپ کا سلسلہ نسب پدری بچند واسطہ درمیانی حضرت امام حسن علیہ السلام کے ساتھ مادری امام حسین علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔صاحب ''خزینۃ الاصفیاء'' نے حسب ذیل تفصیل بیان کی ہے:

حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی بن ابی صالح بن سید موسیٰ بن سید عبداللہ بن سید عمر زاہد بن سید محمد روحی بن سید داؤد بن سید موسیٰ ثانی بن سید عبداللہ ثانی بن سید موسیٰ ثالث بن سید عبداللہ محسن بن سید محمد المشہور بحسن مثنیٰ بن حضرت سید امام حسن علیہم السلام بن اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔

بعض حالات مبارک و کرامات فاخرہ

لا تعدو لا تحصے بہت اختصار کے ساتھ چند معمولی واقعات تبرکا درج کئے جاتے ہیں۔

۱: ایک دفعہ بڑے بڑے علماء کرام بغداد ایک سو کی تعداد میں جمع ہو کر حاضر ہوئے اور ہر ایک اپنے دل میں بڑے بڑے مشکل مسائل پیش کرنے کو لایا۔جب حضور کے سامنے آئے تو آپ نے سر مبارک جھکا کر مراقبہ فرمایا۔اچانک سینہ مبارک سے ایک نور کی تجلی نمودار ہوئی اور ان سب کے سینوں میں جا چمکی وہ سب کے سب مبہوت و پریشان ہو کر سب سوالات بھول گئے اور سب نے شور و غوغا کے ساتھ

رونا اور چلانا شروع کردیا، کپڑے پھاڑ کر ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے۔

تھوڑی دیر بعد حضرت نے کرسی پر تشریف فرما ہوکر ہر ایک کو اس کے مافی الضمیر سوال کا جواب دینا شروع کیا۔ جب سب کے جوابات ختم ہوگئے تو ان سبھوں نے نہایت ادب سے جان سنبھال کر معافی چاہی اور ولایت کا اعتراف کرتے ہوئے رخصت ہوئے جبھی تو مقامِ خاص میں فرماتے ہیں

شُرِبْتُم فُضُلَتِی مِنْ بَعْدِ سُکْرِیْ	وَلَا نِلْتُم عُلُوِیْ وَ اتِّصَالِ
من بنوشیدم شراب کبریا	پس شما بحورید باقیمانده را
لیک کے مخصوص گردد ہمچو حال	مر شما را ایں علو اتصال

۲: حضرت شیخ محمد محی الدین بن عربی صاحبِ "فصوص الحکم" اور "فتوحات مکیہ" کا نام صحافت و کرامت میں اظہر من الشمس ہے۔ آپ کے والد محترم حضرت شیخ علی کے گھر چونکہ اولاد نہ ہوتی تھی اس لئے آپ بہت ہی مغموم و پریشان رہتے تھے اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مخلص و خاص معتقدین سے تھے۔ ایک دن شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ نے رو کر عرض کی اور اپنی تباہیٔ خاندان کا دردمندانہ طور ذکر کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہاری قسمت میں ہمیں فرزند نظر نہیں آتا لیکن ہمیں تمہارے ساتھ نہایت محبت اور ہمدردی ہے ہم اپنی اولاد میں سے تمہیں ایک لڑکا دیں گے۔ کل جب ہم اوقاتِ خاص میں مشغول وظائف واوراد ہوں تو تم آکر اپنی پشت کو ہماری پشت کے ساتھ بالکل پیوست کرکے بیٹھ جانا اور کوئی ادب اور رکاوٹ اس بارہ میں پیش نظر نہ لانا، ہمارے ساتھ جُٹ جانا۔ اللہ کریم تمہیں اولاد عطا فرمائے گا۔ اس کا نام محمد رکھنا اور اس روحانی بیٹے کا لقب بھی ہماری طرح محی الدین ہوگا۔

دوسرے دن وقت مقررہ پر یہ صاحب تشریف لائے اور عین حالت اوراد و وجد میں حضرت کی پشت مبارک کے ساتھ جُٹ کر بیٹھ گئے۔ اسی رات کو اپنی زوجہ محترمہ سے اتصال فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے وہ نرینہ اولاد عطا فرمائی جو آج دنیائے اسلام میں اور تصوف میں یہ چمکتا ہوا ستارہ حضرت محی الدین بن عربی ہیں جن کی شہرہ آفاق تصانیف بڑے بڑے مشائخ عظام اور صوفیاء کرام کیلئے مایہ ناز ہے۔ جب یہ تولد ہوئے تو والد محترم نے لاکر حضرت کے قدموں میں ڈال دیا، فرمانے

لگے سبحان اللہ کیا عجیب بچہ پیدا ہوا جو کہ ہماری زبان ہوگا اور جو مخفی اسرار اولیاء کرام اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے ہیں ان کو ظاہر کرے گا اور اپنے زمانہ کا قطب ہوگا۔ جب ہی تو ارشاد فرماتے ہیں

وَاَطْلَعَنِیْ عَلٰی سِرٍّ قَدِیْمٍ ۔۔۔ وَقَلَّدَنِیْ وَاَعْطَانِیْ سُؤَالِیْ
از تلطف داد درجات عظیم ۔۔۔ کرد زاں رو واقف سر قدیم
طوق عزت یافت آخر یافتم ۔۔۔ ہر مراد دل کہ از حق خواستم

۳: ایک دفعہ بحالت وجود فرمانے لگے کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کی جناب سے ایک فراخ کاغذ ملا ہے اس میں میرے تمام مریدوں اور یاروں کے نام درج ہیں جو لوگ قیامت تک میرے ساتھ اپنی نسبت درست کریں گے خدا تعالیٰ کا مجھے حکم ہوا کہ ان سب کو بخش دیا جائے گا اور مجھے قسم ہے رب العزت کی کہ میں قدم پروردگار کی حضور سے نہیں اٹھاؤں گا جب تک کہ میرے مریدوں اور متوسلوں کو اللہ تعالیٰ بہشت کی طرف نہ بھیجے گا، اسی ذوق اور وجد میں ارشاد گرامی ہے کہ

مُرِیْدِیْ لَا تَخَفْ اَللّٰہُ رَبِّیْ ۔۔۔ عَطَانِیْ رِفْعَۃً نِلْتُ الْمَنَالِیْ
اے مرید من مترس ز ہیچ رنج ۔۔۔ کہ ترا بخشند خدائیم گنج گنج
داد مار ایزد ایں رتبہ بلند ۔۔۔ مقصد اقصیٰ رسیدم ایں کمند

۴: آپ کے جد امجد حضرت عبداللہ صومعی کا بیان ہے کہ آپ عہد طفولیت میں بماہ رمضان المبارک دودھ نہیں پیتے تھے چنانچہ ایک بار بوجہ ابر کے رمضان المبارک کا چاند نظر نہ آیا، لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ سے پوچھا انہوں نے فرمایا کہ آج عبدالقادر نے دودھ نہیں پیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ رمضان المبارک داخل ہو چکا ہے بعد کو اس امر کی تصدیق ہوگئی کہ فی الواقع ہلال نکل چکا تھا۔ آپ کی وجدانی کیفیات اور اسرار قدس کے وہ اشعار قابل غور ہیں

وَمَا مِنْھَا شُھُوْرٌ اَوْ دُھُوْرٌ ۔۔۔ تَمُرُّ وَتَنْقَضِیْ اِلَّا اَتَالِیْ
ہیچ ماہے نیست از دنیائے دوں ۔۔۔ ہیچ دہرے نیست از چرخ نگوں
گر فروزد انقضا دارد مگر ۔۔۔ پیش من آئید رواں از پائے سر

وَ تُخبِرُنِیُ بِمَا یَاتِیُ وَ یَجرِیُ	وَ تعَلِمُنِیُ فَاقُصِرُ عَنُ جِدَالِیُ
میدھد ما را بہ آں چیزے خبر	کامداہ جاری شدہ با خیر و شر
میکند آگاہ مرا از جملہ حال	پس بکن کوتاہ سنت از جدال

۵: ایک دفعہ جنگل میں ایک غیبی آواز آئی کہ اے عبدالقادر! میں آپ کا خدا ہوں۔ایک روشنی چمکی، جس سے عجیب شکل نمودار ہوئی اور آواز آئی کہ ہم نے آپ کو تمام عبادت اور احکام کی تکلیف سے آزاد کردیا۔آپ نے خیال فرمایا کہ کسی نبی اور صحابی کو اس وقت تک ایسی معافی نہیں ہوئی، یہ شیطانی حرکت اور وسوسہ ہے۔یہ خیال کر کے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھی فوراً روشنی غائب ہو گئی اور آواز آئی کہ میں نے ستر اولیاء کو اسی فریب میں گمراہ کر دیا لیکن آپ ہی وہ مردِ میدان ثابت ہوئے جو میرے اس دھوکہ سے بچ نکلے اور صحیح عقیدہ اسلام پر قائم رہے جبھی تو فرمایا

کَسَانِیُ خِلعَةً بِطَرَازِ عَزمٍ	وَ تَوَّجَنِیُ بِتِیجَانِ الکَمَالِ
از جنابش در بر من خلعت ست	خلعتے کانرا طرازِ عزت است
التفاتے کردگار ذی الجلال	بر نہادہ بر سرم تاجِ کمال

مشائخ ظواہر اور بے علم صوفیاء زمانہ اور مریدان حضرت غوث الاعظمؒ کو اس حکایت سے سبق حاصل کرنا چاہئے اور اتباع سنت اور احکام قرآن کریم کی تعمیل میں پوری کوشش کر کے مکائد ابلیس سے بچنا چاہئے۔

۶: شیخ محمد عثمان بغدادی سے منقول ہے کہ حضور ایک دفعہ بعد ادائے فریضہ حج مبارک مدینہ منورہ پہنچے، روضہ اطہر کے سامنے چالیس روز تک دست بستہ کھڑے رو رو کر یہ اشعار پڑھتے رہے

ذُنُوبِیُ کَمَوجِ البَحرِ بَلُ هِیَ اَکثَرُ	کُلِّهَا مِثلُ الجِبَالِ بَلُ هِیَ اَکبَر
وَلٰکِنُ عِندَ الکَرِیمِ اِذَا عَفَا	کَجَنَاحِ البَعُوضِ بَلُ هِیَ اَصُغَر

ترجمہ: میرے گناہ دریا کی موجوں سے بھی بڑھے ہوئے، پہاڑوں کی طرح بلکہ ان سے بھی بڑے ہیں لیکن خداند کریم جب عفا فرمائے تو وہ سب گناہ مچھر کے پر سے بھی گھٹ جائیں گے۔

چالیس دن کے بعد یکدم روضہ اطہر سے دست مبارک نمودار ہوا اور مصافحہ کیا۔ آپ نے ہاتھ مبارک پر لپک کر بوسہ دیا، پھر وہ دست شفقت پردہ پوش ہوا۔

۷: ایک دن حضور کی خدمت میں ایک شخص نے قرآن حکیم کی ایک آیہ مبارکہ پڑھی اور جویائے معنی ہوا۔ گیارہ دلائل تک تو لوگ اور اکابر علماء سمجھ سکے آگے چالیس تک دلائل بہ اسانید و تفصیل بیان فرمائیں اس کے بعد فرمانے لگے ''گزاشتیم قال و باز آمدیم بحال لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' یہ فرمانا تھا کہ لوگوں میں غوغا اور وجد شروع ہو گیا، ہزاروں کپڑے پھاڑ کر نکل گئے سچ فرمایا

وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فِیْ جِبَالٍ | لَدُکَّتْ وَاخْتَفَتْ بَیْنَ الرِّمَالٖ
پس اگر من افگنم بے قیل و قال | راز خود را اندر جبال
پارہ پارہ میشود در وقت حال | مختفی گرد و جبل ہا در جبال

آپ کے خشوع کے متعلق سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضور کو حرم کعبہ مکرمہ میں سنگریزوں پر سر رکھ کر روتے ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے دیکھا گیا کہ

اے خداوند کریم بہ بخشا اگر مستوجب عقوبتم در قیامتم نابینا برانگیز تا در روئے نیکاں شرمسار نباشم

روائے بر خاک عجز میگویم | ہر سحر گہ کہ یاد مے آئید
اے کہ ہرگز فراموشت نکنم | ہیچت از بندہ یاد مے آئید

حضور کے اوراد خاصہ اور مجرب وظائف کے متعلق بہت سے عملیات ہیں جو بسا اوقات تیر بہدف اور کبریت احمر سے بھی بڑھ کر ثابت ہوتے ہیں لیکن انہیں ہم کسی دوسری صحبت پر چھوڑتے ہیں اور چونکہ مضمون کچھ طول پکڑ رہا ہے اس لئے ہم دعا پر ختم کرتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس غوث اعظم اور اپنے محبوب کے صدقہ میں ہماری مشکلات حل فرما کر ہمیں اتباع سنت اور حلاوت ایمان اور ذوق محبت سے سرشار فرمائے۔

آمین یا رب العالمین

ملفوظاتِ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ

مرتبہ: غلام دستگیر (ایم اے)

نزولِ تقدیر کے وقت حق تعالیٰ شانہ پر اعتراض کرنا موت ہے دین کی، موت ہے توحید کی، موت ہے توکل و اخلاص کی۔ ایمان و ایقان لفظ ''کیوں'' اور ''کس طرح'' کو نہیں جانتا۔ وہ نہیں جانتا ہے کہ ''بلکہ'' کیا ہے۔ اس کا قول تو ''ہاں'' ہے (کہ حکم تقدیری کی موافقت کرتا ہے اور چون و چرا کے ساتھ رائے زنی نہیں کرتا) نفس کی عادت یہی ہے کہ مخالفت اور نزاع کرے۔ پس جو شخص اس کی درستی چاہے وہ اس کو اتنا مجاہدہ میں ڈالے کہ اس کے شر سے بے خطر بن جائے۔ نفس تو شر ہی شر ہے مگر جب مجاہدہ میں پڑتا ہے اور مطمئنہ بن جاتا ہے تو خیر ہی خیر ہو جاتا ہے اور تمام طاعتوں کے بجالانے اور معصیتوں کے چھوڑ دینے میں موافقت کرنے لگتا ہے۔ پس اس وقت ارشاد ہوتا ہے ''اے اطمینان والے نفس! لوٹ اپنے رب کی طرف کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش''۔ اب اس کا جوش بھی صحیح اور اس کا شر بھی اس سے زائل ہو جاتا ہے اور مخلوقات میں سے کسی شے کے ساتھ بھی وہ لگاؤ نہیں رکھتا اور اس کا نسب اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ صحیح بن جاتا ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے نفس سے باہر نکل گئے اور بلا خواہش نفس باقی رہ گئے اور آپ کا قلب صاحبِ سکون تھا (نارِ نمرودی میں گرنے کے وقت) آپ کے پاس طرح طرح کی مخلوقات آئیں اور انہوں نے آپ کی مدد کرنے کیلئے اپنے اپنے نفسوں کو پیش کیا اور آپ فرما رہے تھے کہ ''مجھے تمہاری مدد درکار نہیں ہے وہ میرے حال سے واقف ہے اور اس لئے مجھے سوال کی بھی حاجت نہیں''۔ جب شانِ تسلیم و توکل صحیح ہوئی تو آگ سے کہہ دیا گیا کہ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی والی ابراہیم پر۔ جو شخص حق تعالیٰ کے ساتھ اس کی قدر پر راضی بن کر صبر اختیار کرتا ہے اس کیلئے دنیا میں خدا کی بے شمار مدد ہے اور آخرت میں بے شمار نعمت۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صبر کرنے والوں کو ان کا پورا اجر بے شمار دیا جائے گا۔ اللہ پاک سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے، اس کی نظر کے سامنے ہے جو کچھ بھی برداشت کرنے والے اس کی وجہ سے برداشت

کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ایک ساعت کیلئے صبر کرو کہ برسہا برس اس کے لطف وانعام کو دیکھتے رہو گے۔ اک ساعت کا صبر ہی تو شجاعت ہے بیشک اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے، مدد کرنے اور کامیاب بنانے میں اس کے ساتھ بااستقبال رہو اور اس کیلئے بیدار ہو جاؤ اور اس سے غافل مت ہوؤ، اپنے بیدار ہونے کو موت کے بعد کیلئے نہ چھوڑو کہ اس وقت بیدار ہونا تم کو مفید نہ ہوگا۔ اس کیلئے بیدار بنو، اس سے ملنے سے قبل بیدار ہو، اپنے غیر اختیاری بیدار ہونے سے قبل ورنہ پشیمان ہوؤ گے۔ ایسے وقت کی پشیمانی تم کو مفید نہ ہوگی اور اپنے قلوب کی اصلاح کرلو کیونکہ قلوب ہی ایسی چیز ہیں کہ جب وہ سنور جاتے ہیں تو سارے حالات سنور جاتے ہیں اور اسی لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''ابن آدم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے کہ جب وہ سنور جاتا ہے تو اس کی وجہ سے سارا بدن سنور جاتا ہے اور جب وہی بگڑ جاتا ہے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے اور وہ قلب ہے'' قلب کا سنورنا پرہیز گاری، حق تعالیٰ پر توکل اس کی توحید اور اعمال میں اخلاص پیدا کرنے سے ہے اور اس کا بگڑنا ان خصلتوں کے معدوم ہونے سے۔ قلب گویا پرندہ ہے بدن کے پنجرہ میں، گویا موتی ہے ڈبہ میں، گویا مال ہے صندوق میں۔ پس اعتبار پرندہ کا ہے پنجرہ کا نہیں ہے، اعتبار موتی کا ہے ڈبہ کا نہیں ہے اور مال کا ہے صندوق کا نہیں۔ اے میرے اللہ ہمارے اعضاء کو اپنی طاعت میں اور قلوب کو اپنی معرفت میں مشغول فرما اور مدت العمر ساری رات اور سارے دن اسی میں مشغول رکھ اور ہم کو شامل فرما نیکوکار اسلاف کے ساتھ اور ہم کو نصیب فرما جو ان کو نصیب فرمایا تھا اور ہمارا ہو جا جیسا ان کا ہو گیا تھا۔

صاحبو! اللہ کے ہو جاؤ جیسا کہ نیک بندے اس کے ہو گئے تھے یہاں تک کہ اللہ تمہارا ہو جائے گا جیسا کہ ان کا ہو گیا تھا۔ اگر تم چاہتے ہو کہ حق تعالیٰ تمہارا ہو جائے تو اس کی اطاعت اور اس کے ساتھ صبر کرنے اور اس کے افعال پر جو تمہارے اور دوسروں کے اندر صادر ہوں راضی ہونے میں مشغول ہو جاؤ۔ وہ لوگ زاہد بنے تھے دنیا میں اور جو کچھ اپنا مقسوم انہوں نے لیا تھا تقویٰ اور پرہیزگاری کے ہاتھ سے لیا تھا۔ پھر وہ طالب آخرت بنے اور جو اس کے کام تھے وہ انہوں نے کئے کہ اپنے نفسوں کا کہنا نہ مانا اور اپنے رب عزوجل کی اطاعت کی۔ اول اپنے آپ کو نصیحت کی اور اس

کے بعد دوسروں کے ناصح بنے۔

صاحبزادے! اول اپنے نفس کو نصیحت کر اس کے بعد دوسرے کے نفس کو نصیحت کیجو۔ خاص اپنے نفس کی اصلاح اپنے ذمہ لازم سمجھ اور جب تک تیرے اندر کچھ بھی اصلاح کی ضرورت باقی رہے دوسروں کی طرف مت جھک۔ تجھ پر افسوس ہے کہ خود ڈوب رہا ہے پھر دوسرے کو کیونکر بچا پائے گا؟ تو خود اندھا ہے دوسرے کا ہاتھ کس طرح تھامے گا۔ لوگوں کا ہاتھ وہی پکڑتا ہے جو سوانکھا ہو اور ان کو دریا سے وہی نکال سکتا ہے جو خوب تیرنا جانتا ہو۔ اللہ تعالیٰ تک لوگوں کو وہی پہنچا سکتا ہے جو اس کی معرفت حاصل کر چکا ہو اور جو خود ہی اس سے جاہل ہے وہ کیونکر اس کا راستہ بتا سکتا ہے۔ اگر تو اس کو محبوب سمجھتا، خاص اس کیلئے عمل کرتا ہے اور صرف اسی سے ڈرتا ہے نہ کسی دوسرے سے تو اللہ کے تصرفات میں کلام مت کر۔ یہ مضمون قلب سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ زبان کی بک بک سے اور یہ خلوت میں ہوتا ہے نہ کہ جلوت میں جبکہ توحید گھر کے دروازے پر ہو اور شرک گھر کے اندر تو یہی نفاق ہے۔ افسوس تجھ پر کہ تیری زبان تقویٰ پکارتی اور تیرا دل فاجر بن رہا ہے، تیری زبان شکر کرتی ہے اور تیرا قلب اعتراض کر رہا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم! میری طرف سے تو خیر تیری جانب اترتی ہے اور تیری طرف سے شر میری جانب چڑھتا ہے۔ افسوس تجھ پر تو دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ کا بندہ ہے اور طاعت کرتا ہے اس کے ماسوا کی۔ اگر تو واقعی اس کا بندہ ہوتا تو اسی کیلئے عداوت کرتا اور اسی کیلئے محبت، سچا مومن اپنے نفس، اپنے شیطان اور اپنی خواہش کی پیروی نہیں کیا کرتا۔ وہ شیطان کو جانتا ہی نہیں اس کی اطاعت تو کیا کرے گا وہ دنیا کی پرواہ ہی نہیں کرتا، اس کے سامنے ذلیل تو کیا ہوگا بلکہ وہ تو دنیا کو خود ذلیل سمجھتا اور آخرت کا طالب بنتا ہے اور جب آخرت حاصل ہو جاتی ہے تو اس کو بھی چھوڑ دیتا ہے اور اپنے مولیٰ عزوجل سے متصل ہو جاتا ہے کہ اپنے تمام اوقات میں خالص اسی کی عبادت کرتا رہتا ہے۔ وہ اللہ عزوجل کا ارشاد سن چکا ہے کہ لوگوں کو نہیں حکم دیا گیا مگر اسی کا کہ وہ اللہ کی عبادت کیا کریں۔ اسی کیلئے عبادت کو خالص بنا کر اور یک جہت ہو کر مخلوق کو خدا کے ساتھ شریک کرنا چھوڑ دے اور حق تعالیٰ عزوجل کو یکتا سمجھ، وہی تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے اور اسی کے ہاتھ میں تمام اشیاء۔ اے غیر اللہ

سے کسی چیز کے مانگنے والے! تو بے وقوف ہے، کیا کوئی ایسی بھی چیز ہے جو اللہ کے خزانوں میں نہ ہو؟ اللہ عز و جل فرماتا ہے کوئی چیز بھی نہیں مگر ہمارے پاس ہیں اس کے خزانے۔

صاحبزادے! صبر کا تکیہ رکھ، موافقت کا پٹکا باندھ کر کشائش کے انتظار میں عبادت کرتا ہوا تقدیر کے پرنالہ کے نیچے سو، جب تو ایسا ہو جائے گا تو مالک تقدیر اپنے فضل و انعام تجھ پر اتنے برسائے گا جن کی طلب اور تمنا بھی تو اچھی طرح نہ کر سکتا۔

صاحبو! تقدیر کی موافقت کرو اور عبدالقادر کی بات مانو جو تقدیر کی موافقت میں کوشاں ہے۔ تقدیر کے ساتھ میری موافقت ہی نے مجھ کو قادر کی طرف آگے بڑھایا۔ صاحبو! آؤ ہم سب اللہ عز و جل اور اس کے فعل اور تقدیر کے سامنے جھکیں اور اپنے ظاہری و باطنی سروں کو جھکا دیں۔ تقدیر کی موافقت کریں اور اس کے ہم کاب بن کر چلیں اس لئے کہ وہ بادشاہ کی بھیجی ہوئی ہے۔ ہمیں اس کے بھیجنے والے کی وجہ سے اس کی عزت کرنی چاہئے پس جب ہم اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کریں گے تو وہ ہم کو اپنے ساتھ اٹھا کر قادر تک لے جائے گی اور اس جگہ ولایت اللہ سچے ہی کی ہے۔ اس کے دریائے علم سے پینا اور اس کے خوان فضل سے کھانا اور اس کے انس سے مانوس ہونا اور اس کی رحمت میں چھپنا تجھ کو مبارک و خوشگوار ہوگا، یہ ایک ایک بات لاکھوں میں فرد ہے، تمام کنبوں اور قبیلوں میں سے گویا ایک ہے۔

صاحبزادے! تقویٰ کو ضروری سمجھ، شریعت کی حدود کو اپنے اوپر لازم کر۔ نفس اور خواہش اور شیطان اور بد ہم نشینوں کی مخالفت کا پابند ہو۔ ایمان والا بندہ ہمیشہ ان کے ساتھ جہاد میں رہتا ہے کہ نہ س کے سر سے خود ہٹتا ہے اور نہ اس کی تلوار نیام میں جاتی ہے اور نہ اس کے گھوڑے کی پیٹھ اس کی زین سے خالی ہوتی ہے، ان کا سونا اہل اللہ کی طرح غلبہ کی حالت میں ہوتا ہے، فاقہ ان کی خوراک ہے، ان کا کلام بضرورت ہوتا ہے، گونگا رہنا ان کی عادت ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں کہ تقدیر خداوندی ان کو بلواتی ہے، اللہ کا فعل ہی ان کو بلاتا ہے اور ان کے لبوں کو حرکت دیتا ہے ان کا بولنا دنیا میں ایسا ہے جیسے عضاء کل کو قیامت کے دن بولیں گے کہ خدا ہی ان کو گویائی عطا فرمائے گا جو ہر بولنے والے کو گویائی

بخشتا ہے، وہی ان کو بھی گویائی عطا فرماتا ہے جیسا کہ پتھر کو گویائی دے دیتا ہے۔ ان کیلئے بولنے کے سبب مہیا فرما دیتا ہے، پس وہ بولنے لگتے ہیں۔ جب ان سے کوئی کام لینا چاہتا ہے تو ان کو اس کیلئے تیار کر دیتا ہے۔ اس نے چاہا کہ مخلوق کو بشارت و تہدید کی تبلیغ ہو تا کہ ان پر حجت قائم ہو سکے تو انبیاء و مرسلین کو گویائی عطا فرمائی پھر جب ان کو اپنے پاس بلا لیا تو علماء کو جو ان کے علم پر عامل تھے کھڑا کر دیا پس اس کی طرف سے نیابۃً وہ باتیں پہنچانے کو جو مخلوق کیلئے مفید ہیں ان کو گویائی بخشتا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ علماء وارث ہیں انبیاء کے۔

ریاکار کا صرف کپڑا صاف ہے مگر قلب نجس کہ زاہد بنتا ہے، مباح باتوں میں اور معاش سے کاہل بنتا (اور متوکل نام رکھ کر) دین کے ذریعہ سے کھاتا ہے (کہ لوگ بزرگ سمجھ کر خدمت کریں) اور پرہیز نہیں کرتا کسی چیز سے (کہ رشوت کا پیسہ ہو یا سود کا سب ہضم کر لیتا ہے) صریح حرام کھا رہا ہے۔ عوام پر اس کی حالت مخفی ہے مگر خواص پر مخفی نہیں۔ ان کا سارا زہد اور ساری اطاعت ظاہر ہی میں ہے اس کا ظاہر آباد اور باطن ویران۔ تجھ پر افسوس اللہ کی طاعت قلب سے ہوتی ہے قالب سے نہیں ہوتی، ان ساری چیزوں کا تعلق قلوب اور اسرار و معانی سے ہے۔ تو جس حال میں ہے اس سے برہنہ بن تا کہ میں تیرے لئے حق تعالیٰ سے وہ لباس حاصل کروں جو کبھی پرانا نہ ہوگا۔ تو کپڑے اتار یہاں تک کہ وہ خود ہی تجھ کو پہنائے، اللہ عزوجل کے حقوق کے متعلق اپنی کاہلی کے کپڑے اتار۔ مخلوق کے ساتھ قیام کرنے اور ان کو خدا کا شریک ٹھہرانے کے کپڑے اتار۔ شہوتوں، رعونتوں، خودستائی، نفاق اور مخلوق کے نزدیک اپنے مقبول ہونے، ان کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور تجھ کو عطایا دینے کی محبت و خواہش کے کپڑے اتار، دنیا کے کپڑے اتار اور آخرت کے کپڑے پہن۔ اپنی طاقت اور قدرت اور وجود سے باہر نکل اور حق عزوجل کے حضور میں بے قدرت و بے طاقت بن کر جا پڑ کہ نہ سبب پر نظر ہو اور نہ مخلوق میں سے کسی چیز کو (مختار سمجھ کر) اس کا شریک کرے۔ جب تو ایسا کرے گا تو دیکھے گا اس کی عنایتیں اپنے اردگرد تیرے پاس آئیں گی، اس کی رحمت تجھ کو اکٹھا کرے گی، اس کی نعمت اور احسان تجھ کو لباس پہنائے گا اور اپنے اندر چپٹا لے گا۔ بھاگ اس کی طرف، اس کا ہو رہ، سب سے منقطع اور برہنہ

ہو کر اپنے آپ سے بھی اور غیر سے بھی۔ چل اس کی طرف جدا ہو کر ماسویٰ سے، چل اس کی طرف شکستہ اور صاحب فراق بن کر کہ وہ تجھ کو اکھٹا کر دے گا اور تیری ظاہری اور باطنی قوتوں کے جوڑ سارے مضبوط کر دے گا کہ سارے عالم بند کر کے سب کا بوجھ بھی تجھ پر لاد دیا جائے گا تو وہ تجھ کو نقصان نہ پہنچا سکے گا کیونکہ وہ خود تیری حفاظت فرمائے گا۔ جس شخص نے مخلوق کو فنا کر دیا اپنی توحید کے ہاتھ سے (کہ حق تعالیٰ کے سوا کسی کو صاحب ارادہ واختیار نہ سمجھا) اور جس نے فنا کر دیا دنیا کو اپنے زہد کے ہاتھ سے اور فنا کر دیا ماسویٰ اللہ کو رغبت خدا کے ہاتھ سے۔ پس اس نے صلاح و کامیابی کو جمع کر لیا اور دنیا و آخرت سے بہرہ یاب ہوا۔ اپنے مرنے سے پہلے اپنے نفسوں کے مارنے اور اپنی خواہشوں اور اپنے شیطانوں کے مارنے کو ضروری سمجھو، عام موت سے پہلے خاص موت کو لازم پکڑو۔

جناب رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "میں اور میری امت کے پرہیزگار بندے تکلف سے بری ہیں" پرہیزگار بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں تکلف نہیں برتتا کیونکہ وہ اس کی طبیعت بن جاتی ہے۔ پس وہ اللہ کی عبادت کرتا ہے اپنے ظاہر سے بھی اور باطن سے بھی بلا تکلف اور جو منافق ہے وہ اپنی ساری حالتوں میں تکلف برتتا ہے خصوصاً حق تعالیٰ کی عبادت میں کہ ظاہراً تکلف اس کو لاتا ہے اور باطناً اس کو چھوڑتا ہے۔ وہ قادر نہیں کہ داخل ہو سکے جہاں پرہیزگار بندے داخل ہوئے۔ ہر محل کیلئے ایک جدا گفتگو ہے اور ہر کام کیلئے خاص مرد، لڑائی کیلئے خاص ہی آدمی پیدا کئے گئے ہیں۔

اے منافقو! اپنے نفاق سے توبہ کرو اور اپنے فرار سے واپس آؤ۔ کس طرح شیطان کو چھوڑتے ہو کہ وہ تم پر ہنسے اور اپنی جلن کی شفا پائے۔ تم نے نماز پڑھی، روزہ رکھا تو مخلوق کیلئے نہ کہ خالق کیلئے اور اسی طرح صدقات وزکوٰۃ دی اور حج کیا تو مخلوق کیلئے (کہ لوگ حاجی وسخی سمجھیں) تم کام کرنے اور فضول مشقت اٹھانے والے ہو۔ عنقریب داخل ہو گے جلتی ہوئی آگ میں اگر توبہ ومعذرت نہ کی۔ اپنے اوپر لازم سمجھو اتباع کو ایجاد وبدعات کے بغیر۔ لازم پکڑو سلف صالحین کے مذہب کو، چلو راہ مستقیم پر جس میں نہ تشبیہ ہو نہ تعطیل بلکہ اتباع ہو جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت کا بلا تکلف بلا تصنع بلا

تشدد اور لسانی وعقل کے تکے چلائے بغیر جس میں تمہارے پہلوں نے گنجائش سمجھی تم بھی گنجائش سمجھو۔ تجھ پر افسوس کہ حافظ قرآن بنتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا پھر حفظ کرتا کیوں ہے؟ لوگوں کو حکم دیتا ہے اور خود نہیں کرتا۔ دوسروں کو منع کرتا ہے مگر خود باز نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے غصہ دلانے والی بڑی بات اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ تم کہو ایسی بات جو خود نہ کرو۔ تم کیوں کہتے ہو جس کی خود مخالفت کرتے ہو، تم کو شرم نہیں آتی، کیوں دعویٰ کرتے ہو ایمان کا حالانکہ ایمان نہیں لاتے؟ ایمان ہی تو ہے جو مقابلہ کرنے والا ہے آفتوں کا، وہی تو جمانے والا ہے ہمارے بوجھ کے نیچے وہی پچھاڑنے والا ہے وہی لڑنے والا ہے۔ ایمان ہی وہ سخی ہے کہ جو کچھ دنیا اس کے پاس ہے وہ لٹا دیتا ہے۔ مومن سخاوت کرتا اللہ واسطے اور منافق سخاوت کرتا ہے شیطان کیلئے اور نفسانی اغراض کیلئے۔ جس سے حق تعالیٰ کا دروازہ چھوٹا اور مخلوق کے دروازوں پر بیٹھا اور جس نے حق تعالیٰ کے راستہ کو ضائع کیا اور اس سے بھٹکا وہ مخلوق کے راستہ پر بیٹھا اور جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کی طرف سے مخلوق کے دراوزے بند کر دیتا ہے اور ان کی عطا کو اس سے روک دیتا ہے کہ اس طرح پر اس کو اپنی طرف پھیر لیتا، حوضوں سے ہٹا کر سمندر کے کنارے کھڑا کر دیتا ہے اور لاشئے محض سے نکال کر شے کی طرف لے آتا ہے۔ تجھ پر افسوس کہ موسم سرما میں حوضوں کے پاس اپنے بیٹھ جانے پر مسرور ہوتا ہے سو عنقریب گرمی آئے گی اور جو کچھ تیرے پاس پانی ہے اس کو سکھا دے گی پس تو وہیں مر رہے گا۔ ساحل سمندر پر آ کہ گرمی میں اس کا پانی ختم نہیں ہوتا اور سرما میں زیادہ اور بکثرت ہو جاتا ہے اللہ عزو جل کی معیت حاصل کر کہ تونگر، باعزت، حاکم، سردار اور راہبر بن جائے۔ جو شخص اللہ عزوجل کو لے کر غنی بنا ہر چیز اس کی محتاج ہوگئی۔ یہ چیز تزئین وتمنا سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس چیز سے حاصل ہوتی ہے جو سینوں میں قرار پاتی اور عملی حالت اس کو سچا کر دکھاتی ہے۔

اے منافقو! عنقریب تم دیکھو گے عذاب خداوندی دنیا اور آخرت میں، زمانہ حاملہ ہے جلد ہی تم کو نظر آ جائے گا کہ اس سے کیا پیدا ہوتا ہے؟ میں حق تعالیٰ کے الٹنے پلٹنے والے ہاتھ میں ہوں، کبھی وہ مجھ کو پہاڑ بنا دیتا ہے اور کبھی ذرہ، کبھی وہ مجھ کو سمندر کر دیتا ہے اور کبھی قطرہ، کبھی وہ مجھ کو آفتاب بنا دیتا

ہے اور کبھی چمک اور جھلک۔ مجھ کو پلٹتا رہتا ہے جیسے رات اور دن کو پلٹتا رہتا ہے، ہر دن وہ ایک شغل میں ہے بلکہ ہر لحظہ کیونکہ دن کا ذکر تمہارے اعتبار سے ہے اور لحظہ ہے دوسروں کے اعتبار سے۔

اے منافقو! آفتیں اور بلائیں تمہارے قلوب کے سروں پر (گھوم رہی ہیں) اہل اللہ نے جب کبھی اپنے قلوب کی آنکھوں سے کسی چیز کو دیکھا (اور کسی چیز کی محبت دل میں محسوس ہوئی) تو فوراً اس کو خرچ کر دیا ہے۔ اس کی سلامتی اسی میں ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سکون پاویں اور اس کے حضور میں پڑے رہیں، اس کی مخلوق کی طرف سے اندھے بنے رہیں اور اس پر اعتراض کرنے سے بچے رہیں۔ پس رات اور دن ادلتے بدلتے اور مہینے اور سال ان پر گزرتے رہتے ہیں مگر وہ ایک حالت پر قائم ہیں کہ حق عزوجل کی معیت میں متغیر نہیں ہوتے۔ یہی اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ عقلمند ہیں، اگر تم ان کو دیکھو تو دیوانہ کہو اور اگر وہ تمہیں دیکھیں تو کہیں کہ یہ لوگ روزِ جزا پر ایمان ہی نہیں لائے۔ ان کے قلوب غمگین اور حق تعالیٰ کے سامنے شکستہ ہیں، وہ ہمیشہ خائف و ترساں رہتے ہیں۔ جب حق تعالیٰ کی عظمت وجلال کا پردہ ان کے قلوب کیلئے کھل جاتا ہے تو ان کا خوف اتنا بڑھ جاتا ہے کہ قریب ہے ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے اور جوڑ بند جدا جدا ہو جائیں۔ پس جب حق تعالیٰ ان کی یہ حالت دیکھتا ہے تو اپنی رحمت اور جمال اور لطف اور امید کے دروازے ان کیلئے کھول دیتا ہے۔ پس ان کی طبیعت ٹھہر جاتی ہے۔ میں پسند نہیں کرتا کہ بجز طالب آخرت اور طالب حق کے کسی کو دیکھوں جو شخص طالب ہے دنیا اور مخلوق اور نفس اور ہویٰ کا مجھے اس کا کیا کرنا بجز اس کے کہ اس کا علاج پسند کرتا ہوں کہ وہ بیمار ہے اور بیمار پر صبر نہیں کرسکتا مگر طبیب۔ تجھ پر افسوس کہ اپنی حالت مجھ سے چھپاتا ہے حالانکہ وہ چھپ نہیں سکتی تو مجھ پر ظاہر کرتا ہے کہ تو آخرت کا طالب ہے حالانکہ تو طالب ہے دنیا کا، یہ ہوس جو تیرے دل میں ہے تیری پیشانی پر لکھی ہوئی ہے، تیرا راز اعلانیہ ہے، جو دینار تیرے ہاتھ میں ہے وہ کھوٹا ہے جس میں سونا ایک دانگ وزن کا ہے اور باقی سب چاندی ہے، کھوٹا روپیہ میرے سامنے پیش نہ کر کہ میں نے اس جیسے بہتیرے دیکھے ہیں۔ اس کو میرے حوالہ کر اور مجھ کر اختیار دے کہ میں اس کو پگھلاؤں اور جتنا اس میں سونا ہے اس کو الگ کر کے باقی پھینک دوں کہ قلیل چیز جو عمدہ ہے وہ اس کثیر سے بہتر ہے جو

ردی ہو۔ اپنے دینار پر مجھ کو اختیار دے کہ میں سکہ گر ہوں اور میرے پاس اس کا آلہ موجود ہے توبہ کر ریا اور نفاق سے اور اپنے نفس پر اس کا اقرار کرنے سے مت شرما کہ اکثر اخلاص والے پہلے منافق ہی تھے اور اسی لئے ایک بزرگ نے کہا ہے کہ اخلاص کی پہچان ریاکار ہی کو ہوتی ہے (پس اخلاص کیلئے اول ریاکار ہونا، اکثریہ قاعدہ ہے) اور شاذ و نادر ہی ایسے لوگ ہوتے ہیں جو شروع سے آخر تک مخلص ہوں۔ بچے شروع میں جھوٹ بولتے ہیں اور مٹی اور نجاستوں سے کھیلتے بھی ہیں اپنے آپ کو خطرناک جگہوں میں ڈالتے اور اپنے ماں باپ کی چوریاں بھی کرتے اور چغلیاں بھی کھایا کرتے ہیں مگر جوں جوں عقل ان میں اثر کرتی ہے وہ ایک ایک بات کو چھوڑتے اور اپنے ماں باپ اور استادوں کا طریقہ اختیار کرتے جاتے ہیں۔ حق تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے وہ ادب سیکھتا ہے اور پہلی حالت چھوڑ جاتا ہے اور جس کے ساتھ شر کا ارادہ فرماتا ہے وہ اپنی پہلی حالت پر جیتا رہتا ہے۔ پس دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دوا اور بیماری دونوں پیدا کی ہیں۔ معصیتیں بیماری ہیں اور طاعت دوا۔ ظلم بیماری ہے اور عدل دوا، خطا بیماری ہے اور صواب دوا ہے، حق تعالیٰ شانہ کی مخالفت بیماری ہے اور گناہوں کے نشے سے توبہ کرنا دوا ہے۔ دوا کا پورا اثر تجھ کو اس وقت ہوگا جبکہ مخلوق کو اپنے قلب سے جدا کرے اور اپنے رب سے اس کو ملائے اور اس کی جانب چڑھائے کہ قلب آسمان میں ہو اور روح اور تیرا بدن زمین میں ہو۔ دل سے حق تعالیٰ کے ساتھ اس کے علم میں منفرد ہو اور حکم شرعی پر عمل کرنے میں مخلوق کا شریک کہ حکم کی کسی خصلت میں بھی ان کی مخالفت نہ کرے تاکہ ان کو اور حق تعالیٰ کو تجھ پر الزام کا موقع نہ ملے۔ اپنے اندرون سے حق تعالیٰ کے ساتھ منفرد ہو اور اپنے بیرون سے مخلوق کے ساتھ۔ تو اپنے نفس کا سر اونچا اٹھا ہوا مت چھوڑ اگر اس پر سوار ہو گیا تو فبہا ورنہ وہ تجھ پر سوار ہو جائے گا۔ اگر تو نے اس کو پچھاڑ لیا تو بہتر ورنہ وہ تجھ کو پچھاڑ لے گا۔ حق تعالیٰ کی جو طاعت تو چاہے اگر وہ اس میں تیرا کہنا مان لے فبہا ورنہ اس کو سزا دے بھوک، پیاس، ذلت، برہنگی اور ایسی جگہ پر خلوت نشینی کے چابکوں کی جہاں مخلوق میں سے کوئی مونس نہ ہو۔ ان چابکوں کو اس سے مت ہٹا یہاں تک کہ وہ اطمینان حاصل کر لے اور ہر حال میں حق تعالیٰ کا فرمانبردار بن جائے۔ اس کے بعد

جب وہ مطمئن ہو جائے تب بھی عتاب کو ترک مت کر کہ تو نے ایسا اور ایسا نہ کیا تھا، پس اب ایسا کرے گا تو پھر وہی سزا ملے گی اور اس کو موافق بنا لے یہاں تک کہ وہ ہمیشہ شکستہ رہے۔ ان سب باتوں پر اگر تو اعانت چاہے تو بس اس وقت ہو سکتی ہے جبکہ تو اللہ کے مقصود اور اس کی موافقت اور معصیتوں کے چھوڑنے کا طالب ہو اور یہ کہ تیرا ظاہر و باطن یکساں ہو جائے کہ بن جائے سرتاپا موافقت جس میں مخالفت کا شائبہ بھی نہ ہو۔ سرتاپا طاعت کے نام معصیت نہ ہو سرتاپا شکر بلا کفران کے، سرتاپا یاد بلا نسیان کے اور سرتاپا غیر بلا کسی قسم کے شرک کے۔ جب تک تیرے قلب میں اللہ کے سوا کوئی ایک بھی ہوگا اس کو ہرگز فلاح نصیب نہ ہوگی۔ اگر تو اس کو ہزار سال بھی چنگاری پر سجدہ کرتا ہے درانحالیکہ تیرا قلب اس کے غیر کی طرف متوجہ ہو تو یہ تجھ کو کچھ بھی نفع نہ دے گا۔ اس کا کچھ نتیجہ نہیں جبکہ وہ اپنے مولیٰ کے سوا کسی کو محبوب سمجھتا ہو۔ جب تک تو سب کو معدوم نہ کر دے گا اس کی محبت سے بہرہ یاب نہ ہوگا۔ دنیا کی چیزوں میں تیرا بے رغبتی اور زہد ظاہر کرنا تجھ کو کیا مفید ہو سکتا ہے جبکہ تو اپنے قلب سے ان پر متوجہ ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ باخبر ہے ان باتوں سے جو دنیا جہان کے سینوں میں ہیں، تجھے شرم نہیں آتی زبان سے تو کہتا ہے کہ میں نے اللہ پر بھروسہ کیا اور تیرے قلب میں غیر اللہ موجود ہے۔

اے منافقو اور اے مدعیو، اے جھوٹو! میں تمہاری ہوس کا قائل نہیں ہوں (کیونکہ باتیں بنانا اور کام کچھ نہ کرنا ہوس بے طلب نہیں ہے) میں تمہارے چہروں سے شرماتا نہیں ہوں (کہ لحاظ کے سبب بوالہوس کہنے کی جرأت نہ کر سکوں) اور تم سے شرماؤں کیوں؟ حالانکہ تم نہیں شرماتے اپنے حق تعالیٰ سے، اس کے روبرو بے حیائیاں کرتے اور اس کی نظر اور اس کے ان فرشتوں کی نظر کو جو تم پر تعینات ہیں (آدمیوں کی نظر سے بھی) حقیر سمجھتے ہو (کہ خلوتوں میں معصیت کرتے ہو حالانکہ خدا اور فرشتے دیکھ رہے ہیں) میرے پاس صدق ہے کہ اس سے ہر کافر کذاب و منافق کا سر قطع کرتا ہوں جو نہ توبہ کرتا ہے اور اپنی توبہ اور معذرت کے پاؤں سے اپنے رب کی طرف لوٹتا ہے۔ ایک بزرگ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ "صدق اللہ کی تلوار ہے اس کی زمین میں کہ جس کے سر پر بھی رکھی جاتی ہے اس کو کاٹ ڈالتی ہے۔" میرا کہنا مانو کہ تمہارا خیر خواہ ہوں، تم کو چاہتا ہوں، تمہارے نفع کیلئے میں تم سے مردہ

ہوں (کہ کوئی واسطہ نہیں رکھتا) اور زندہ ہوں حق تعالیٰ کے ساتھ۔ جس نے میری سچی صحبت اختیار کی وہ مستغنی اور بامراد ہوا اور جس نے مجھ کو جھٹلایا اور میری صحبت میں جھوٹا ہوا وہ محروم اور دنیا و آخرت میں سزایاب ہوا۔ حق تعالیٰ کے ساتھ منازعت اور اس پر اعتراض کا ترک کرنا اور اس کی تدبیر پر راضی ہونا معرفتِ الٰہی کے اسباب میں سے ہے اور اسی لئے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرید سے فرمایا تھا کہ "اگر معرفت الٰہی چاہتا ہے تو اس کی تدبیر اور تقدیر پر راضی ہو جا اور اپنے نفس اپنی خواہش، اپنی طبیعت اور اپنے ارادہ کو تدبیر و تقدیر کے بارے میں خدا کا شریک مت بنا" (کہ ان کی بتائی ہوئی تدبیر پر اعتماد کرنے لگے)۔ اے تندرستو، اے اعمال سے بے فکر ہو جانے والو! حق تعالیٰ سے تمہارا کیا کچھ ضائع ہو رہا ہے، اگر تمہارے دل اس سے آگاہ ہو جائیں تو تم کو بڑی حسرت و پشیمانی ہو، جاگو اے صاحبو! عنقریب تم مرجانے والے ہو۔ روؤ اپنے نفسوں پر اس سے پہلے کہ دوسرے تم پر روئیں، تمہارے لئے اتنے گناہ ہیں کہ اوپر تلے چڑھ گئے اور انجام مبہم ہے (کچھ پتہ نہیں کہ توبہ کی توفیق ہوگی یا نہیں) تمہارے دل دنیا کی محبت اور حرص کے مرض میں مبتلا ہیں، ان کا علاج کرو، زاہد اور ترک دنیا اور حق تعالیٰ کی طرف سے توجہ کرنے سے۔ اصل دین کا محفوظ رہنا راس المال ہے اور اعمال صالحہ اس کے منافع ہیں، جو چیز تم کو سرکش بنائے اور اس کی طلب چھوڑ دو اور اس پر قناعت کرو جو تم کو کافی ہو جائے۔ سمجھدار شخص کسی چیز پر خوش نہیں ہوا کرتا (کیونکہ فکر آخرت میں ڈوبا رہتا ہے) اس کا حلال حساب ہے (قیامت کو پوچھا جائے گا کہ اس کے معاوضہ میں کیا عمل کئے) اور حرام عذاب ہے (کہ کیوں کھایا) تم میں بہتیروں نے تو عذاب اور حساب کو بھلا ہی دیا (اس لئے ہر وقت ہنستے اور جو چاہتے کھاتے پیتے ہو)۔

اے منافق! تیرے قلب میں نفاق کا شک وابستہ ہو گیا اور تیرے ظاہر و باطن کا مالک بن چکا ہے، تو ہر وقت توحید و اخلاص کا استعمال رکھ کہ شفاء پائے گا اور تیرا شک جاتا رہے گا۔ کس درجہ کثرت کے ساتھ تم شریعت کی حدود کو پھاڑتے اور اپنے تقویٰ کی زرہ کو پارہ پارہ کرتے اور اپنی توحید کے کپڑوں کو ناپاک بناتے اور اپنے ایمان کی روشنی کو بجھائے ڈالتے اور اپنے تمام احوال و افعال میں

اپنے خدا کے دشمن بنے جاتے ہو۔ جب تم میں کوئی فلاح پاتا اور نیک کام کرتا بھی ہے تو اس میں آمیزش ہوتی ہے خود پسندی اور مخلوق کے دکھاوے اور اس پر ان سے تعریف کی خواہش کی۔ تم میں جو شخص اللہ کی عبادت کرنی چاہے تو اس کو مخلوق سے کنارہ کش ہو جانا چاہئے کیونکہ اعمال میں مخلوق کا دکھاوا اعمال کو باطل کر دینے والی چیز ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ''گوشہ نشینی کو لازم پکڑو کہ وہ عبادت ہے اور ان صالحین کی عادت ہے جو تم سے پہلے تھے''۔ لازم پکڑو ایمان کو اس کے بعد ایقان اور اس کے بعد فنا اور وجود کو اللہ عزوجل کے ساتھ نہ کہ اپنے ساتھ اور نہ کسی دوسرے کے ساتھ حدود شریعت کو محفوظ رکھ کر۔ جناب رسول اللہ ﷺ کو راضی کر کے اور کلام اللہ کو خوشنود بنا کر جو تلاوت کیا جاتا اور سنا جاتا اور پڑھا جاتا ہے جو شخص اس کے خلاف کہے اس کی عزت نہیں (کہ اس کا قول قابلِ اعتبار ہو) یہی قرآن جو کاغذوں اور تختیوں میں لکھا ہوا ہے اللہ عزوجل کا کلام ہے کہ ایک کنارہ اس کے ہاتھ میں ہے اور ایک کنارہ ہمارے ہاتھ میں ہے (پس اللہ تک پہنچنے کا واسطہ بنا ہوا ہے)۔ اللہ عزوجل کو اختیار کر، اس کا ہو رہ اور اسی سے تعلق رکھ کہ وہ دنیا اور آخرت کی ساری ضروریات میں تجھ کو کافی ہو جائے گا اور تیری حفاظت فرمائے گا، حیات و ممات میں اور ساری حالتوں میں تجھ سے (مضرت) رفع کرتا رہے گا۔ اس کی سیاہی جو سپیدی پر ہے (یعنی اوراق پر لکھے ہوئے کلام اللہ کو) مضبوط پکڑ۔ اس کی خدمت کرتا کہ وہ تیری خدمت کرے کہ تیرے قلب کا ہاتھ پکڑے اور اس کو اپنے رب عزوجل کے سامنے لا کھڑا کرے۔ تجھ کو خدا تک پہنچانے کی بڑی خدمت اس طرح انجام دے گا کہ اس پر عمل کرنا تیرے قلب کے بازوؤں پر پر لگا دے گا، پس تو ان سے اپنے رب عزوجل کی طرف اُڑ جائے گا۔

اے وہ شخص جس نے (صوفی بننے کیلئے) صوف پہن رکھا ہے، اول اپنے باطن کو صوف پہنا اس کے بعد اپنے قلب کو پھر نفس کو اور پھر اپنے بدن کو۔ زہد کی ابتدا اسی جگہ (یعنی باطن) سے ہوا کرتی ہے نہ کہ ظاہر سے باطن کی طرف۔ جب باطن صاف ہو جائے گا تو صفائی قلب اور نفس اور اعضاء اور لباس تک پہنچ جائے گی اور تیری ساری حالتوں میں دوڑ جائے گی۔ اول مکان کا اندرون تعمیر کیا جاتا ہے پس

جب اس کی تعمیر پوری ہو جائے تو اب دروازہ بنانے کیلئے باہر آ۔ نہ یہ کہ ظاہر ہو اور باطن ندارد اور نہ یہ کہ خلق (سے انس) ہو اور خالق کا دھیان بھی نہیں اور نہ یہ کہ دروازہ ہو مکان کے بغیر اور قفل ہو ویرانہ پر (کہ دیکھنے والے سمجھیں اندر خزانہ ہے حالانکہ بجز کھنڈر کے خاک بھی نہیں) اے سرتا پا دنیا کہ آخرت سے واسطہ نہیں اور اے خلق (کے شیدا) کہ خالق سے غرض نہیں جن (خیالات ومشاغل میں تو ہے ان میں کچھ بھی تیرے لئے قیامت کے دن مفید نہ ہوگا بلکہ (الٹا) ضرر پہنچائے گا، جو سودا تیرے پاس ہے وہ وہاں تجھ سے خریدا نہ جائے گا۔ تیرا سودا ریا اور نفاق اور نافرمانیاں ہیں اور وہ ایسی چیز ہے جس کا آخرت کے بازار میں رواج نہیں ہے۔ اسلام صحیح کر اس کے بعد (جو دنیا میں ہے وہ) لیجو۔ اسلام مشتق ہے استسلام سے ہے (جس کا ترجمہ اپنے آپ کو دوسرے کے حوالہ کر دینا ہے) اور یہ کہ تو حق تعالیٰ کا کام اس کے سپرد کرے (کہ روزی پہنچانا اس نے اپنے ذمہ لیا ہے سو خود پہنچاتا رہے گا) اپنا نفس تو اس کو سونپ دے، اس پر بھروسہ رکھے اپنے زور اور طاقت کو بھول جائے اور جو کچھ دنیا اپنے پاس ہو اس کو اس کی طاعت میں خرچ کر ڈالے، نیک کام کرے اور ان کو اسی کے حوالہ کر کے بھول جائے (کہ معاوضہ کا متوقع نہ رہے) تیرا سارا عمل خالی اخروٹ ہے کیونکہ ہر وہ عمل جس میں اخلاص نہ ہو وہ محض چھلکا ہے جس میں گری نہیں لکڑی ہے جس کو (کھینچ لا ڈالا گیا کہ بجز جلانے کے کسی مصرف کی نہیں) جسم ہے بلا روح کا اور صورت ہے بلا معنی کے اور یہ منافقوں کا عمل ہے۔

اے تکبر کرنے والو! تم پر افسوس تمہاری عبادتیں زمین کے اندر نہیں جایا کرتیں بلکہ آسمان کی طرف چڑھا کرتی ہیں (پھر کیا وجہ ہے کہ) عبادتوں کو باشندگان زمین مخلوق کے نامزد کئے دیتے ہو اور مالکِ عرشِ خدا کے مخلص عابد نہیں بنتے ہو۔ اپنے آپ کو حقیر بندہ اور حق تعالیٰ کو باعظمت معبود سمجھ کر عبادت کرو گے تو بے شک اوپر چڑھنا نصیب ہوگا۔ وہ فرماتا ہے کہ اللہ ہی کی طرف پاکیزہ باتیں چڑھتی ہیں اور نیک اعمال کو وہ اوپر چڑھا لیتا ہے۔ ہمارا پروردگار عرش پر قائم اور ملک پر حاوی اور اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ اس مضمون کی سات آیتیں اس نے قرآن مجید میں نازل فرمائی ہیں جن کو تیری جہالت اور رعونت کی وجہ سے مٹا نہیں سکتا۔ تو مجھے اپنی تلوار سے ڈراتا ہے حالانکہ میں ڈرتا نہیں ہوں، تو

مجھے مال کی ترغیب دیتا ہے اور رغبت نہیں کرتا۔ بس میں تو اللہ ہی سے ڈرتا ہوں اور کسی سے نہیں ڈرتا، میں تو اسی سے توقع رکھتا ہوں اور کسی سے توقع نہیں رکھتا، میں اس کی پرستش کرتا ہوں اور بجز اس کے کسی کی پرستش نہیں کرتا، اسی کیلئے عمل کرتا ہوں اور غیر اللہ کیلئے عمل نہیں کرتا۔ میرا رزق اس کے پاس اور اسی کے ہاتھ میں ہے، سب اسی کے ہیں غلام اور جو کچھ بھی اس کے پاس ہے سب آقا کا ہے (نیز آپ نے تذکرہ فرمایا کہ پانچ سو آدمی کے قریب میرے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور بیس ہزار سے زیادہ نفوس نے توبہ کی) اس کے بعد فرمایا

یہ سب برکت ہے ہمارے نبی محمد ﷺ کی، حق تعالیٰ ان پر رحمت کاملہ نازل فرمائے جو غیب[ا] کا جاننے والا ہے کہ اپنے غیب پر کسی کو آگاہ نہیں کرتا مگر جس پیغمبر کو بھی پسند فرمائے۔ غیب خدا ہی کے پاس ہے پس اس کے قریب آ کہ اس کو بھی دیکھے اور جو (غیب) اس کے پاس ہے اس کو دیکھے۔ اپنے کنبہ، اپنے مال، اپنے شہر، اپنی بیوی اور اپنے بچوں کو چھوڑ اور اپنے قلب کو ان سے باہر نکال (کہ حقوق معاشرہ سب کے ادا ہوں مگر دل کسی سے نہ لگے) سب کو چھوڑ اور حق تعالیٰ کے دروازہ کی طرف چل جب تو اس کے دروازہ پر پہنچ جائے تو نہ اس کے غلاموں میں مشغول ہو نہ اس کی سلطنت میں اور نہ اس کے ملک میں۔ اگر (اس کے غلام یا باشندگانِ مملکت) تیرے سامنے طباق پیش کریں تو کھامت، اگر کسی کمرہ میں ٹھہرائیں تو ٹھہر مت، اگر تجھ کو عطا کریں تو لے مت کیونکہ شاہی مہمان ہے رعایا سے تجھے کیا سروکار) اس میں سے کوئی چیز بھی قبول مت کر یہاں تک کہ تو اپنے انہیں (سفر کے) کپڑوں، اسی

[ا] یعنی اعلام الغیوب خدا اپنے پیغمبروں میں سے جس پیغمبر کو بھی چاہتا ہے اس کو لوگوں کی استعداد و قلوب کی حالت، ان کے قوت و ضعف اور اسباب ہدایت و تاثیر نافع غرض بہتیری ایسی چیزوں پر آگاہ کر دیتا ہے جو آدمی بلکہ فرشتوں سے بھی مخفی ہیں اور اس وجہ سے ان کے تصرفات باطنی کی قوت قدسیہ بڑھ جاتی ہے کہ مخلوق مغلوب و متاثر ہو کر جوق در جوق آتی اور ان کے ہاتھ پر توبہ کرتی ہے۔ پس جو شخص اس پیغمبر کی برکات سے مستفیض ہوتا ہے وہ اس فیضان سے بھی نوازا جاتا ہے اور اس سے بھی بہتیری خلقت کو توبہ اور ایمان کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قوتِ قدسیہ کا یہی فیضان عطا ہوا تھا کہ سینکڑوں کافر شرف با اسلام اور ہزارہا مسلمان تائب و بیعت ہو کر فائز المرام ہوئے۔ (باقی صفحہ نمبر ۵۸ پر ملاحظہ فرمائیں)

نوائے تحسین (امام حسن علیہ السلام نمبر)

از شاعرِ بے نظیر محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

''نبراسِ خلافت''

۱۴۲۴ھ

صفحات: ۳۲ بہ الفاظ بحسابِ ابجد ''زیب وادب''

قطعہ تاریخ (سال طباعت)

''الحسن'' کا اس مہینے کا شمارہ مرحبا!
مرتضیٰ کے پورِ اکبر کا ہے ذکر جاں فزا
وہ شرافت میں، کرامت میں، سخاوت میں وحید
بالیقیں وہ پیکرِ اوصافِ اہلِ بیت تھا
اتحادِ قوم کی خاطر خلافت چھوڑ دی
وہ انیس و خیر خواہِ امت خیرِ الورا
وہ ہماری آفریں کا مستحق ہے واقعی
کام انور قادری نے یہ بڑا عمدہ کیا
از سر ''طاہر'' کہی مجھ سے سروشِ غیب نے
۹
اس کی تاریخ ''عظمت فرزند حیدر ہے بجا''
۹ + ۱۹۹۴ = ۲۰۰۳ء
پورِ حیدر کا ''وجیہہ طیبہ'' ہے سالِ وصال
۵۰ھ
مادۂ تاریخِ ثانی بھی ہے طارق ''الہدیٰ''
۵۰ھ

نوجوانوں کے نام بلگرامی صاحب کا پیغام

(سطحِ ایمانی)

ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی

پس منظر

بِسْمِ اللّٰهِ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ

عزیز دوستو!

بحمد اللہ ہم سطحِ ایمانی کی پہلی منزل تک پہنچ گئے ہیں یہاں اللہ تعالیٰ کے حکم پر متحد ہو جانے کی ایک عظیم دعوت ہے۔ یہ دعوت تمام ملتِ اسلامیہ کے ہر فرد و جماعت کو ہے، اس دعوت میں کسی اختلاف یا شبہ کی گنجائش نہیں۔

یہ ہم خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ ہماری تمام تمناؤں کو حقیقت بنانے کیلئے یہی سطحِ ایمانی ہمارا پہلا قدم ہے۔ یہیں سے ہماری پرواز شروع ہوتی ہے، اس میں ہم کو ظاہر و باطن کی یکائی کے ساتھ داخل ہونا ہے تاکہ دین و دنیا کی خیر ہمارا نصیبہ ہو۔ یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ یہ خط نمبر ۱۹ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے اعداد سے متعلق ہے، اس کی اہمیت پر خود قرآن پاک شاہد ہے۔

یہ خط اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کے بعد آ رہا ہے۔ وہاں اس حقیقت کو خوب واضح کیا گیا کہ اعمال و افعال کی قدر نیت کی درستی سے ہے۔ جیسے جان قالب کیلئے ہے اور نور بینائی و بصیرت کیلئے۔ اگر نیت درست نہیں تو اعمال رسم و عادت بن کر رہ جاتے ہیں اور ہمارے لئے بڑی محرومی کا باعث بنتے ہیں، قرآنِ حکیم میں آتا ہے:

لَیْسَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۝

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان پر ان چیزوں کا کچھ گناہ نہیں جو وہ کھا چکے جبکہ انہوں نے پرہیز کیا اور ایمان لائے اور نیک کام کئے پھر پرہیز کیا اور نیکوکاری کی اور اللہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔ (مائدہ آیت ۹۳)

یعنی

اس آیت کریمہ میں تین مدارج (سطحوں) کا ذکر ہوا:

۱: مومن: وہ جو ایمان اور اعمال صالحہ کے بعد پھر ایمان لاتا اور تقویٰ اختیار کرتا ہے۔

۲: متقی: وہ مومن جو مزید ترقی کر کے ایمان و عمل سے متقی بن جاتا ہے۔

۳: محسن: وہ مومن متقی جو تقویٰ میں مزید ترقی کر کے اپنی نیکیوں سے محسن بن جاتا ہے۔

گویا اس مبارک آیت میں ایمان کی سطح، تقویٰ کی سطح اور احسان کی سطح سے مومن کو روشناس کیا گیا ہے۔

عزیزو! یہاں ہمارے سامنے یہ سوال ہے کہ سطح ایمانی کو جو ایمان و عمل کی پہلی سطح ہے قرآن شریف و حدیث رسولِ اکرم ﷺ کی روشنی میں کس طرح سمجھا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا کرم تھا کہ ایک مبارک شب کسی تفسیر میں پڑھا ہوا وہ جملہ جو ایمان کے متعلق تھا عین دعا کے دوران یاد آیا اور دل میں یہ خیال آیا کہ آیاتِ قرآنی جو یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے شروع ہوتی ہیں انہیں جمع کر لو یہی بھٹکی ہوئی انسانیت کیلئے پیغام امن ہے۔ جب کسی کو مخاطب کر کے کسی کام کا حکم ہوتا ہے تو وہ کام اسی کو کرنا ہوتا ہے۔ یہاں خطاب مومن سے ہے تو اگر مومن ہو یا بننا چاہتے ہو تو یہ تم کو کرنا ہے۔

الحمدللہ یہ کام پوری توجہ اور لگن سے شروع کیا۔ جب ختم کیا تو خیال آیا کہ اس کی کسی مستند عالمِ دین سے تصدیق کرانا ضروری ہے۔ حضرت محترم مولانا سید محمد یوسف بنوری کا خیال آیا ہے، بین الاقوامی شہرت کے مالک اور جید عالم ہیں۔ انہوں نے "فیوض القرآن" پر اپنے گراں قدر ارشادات سے سرفراز فرمایا تھا۔ ان ہی کی ایک مختصر عبارت شیخ الروضہ کیلئے موجب سند بھی تھی۔ چنانچہ پھر مولانا بنوری سے رجوع کیا۔ عرض کیا کہ آپ کے مطالعہ اور آپ کے اطمینان اور تصدیق کے بعد ہی اس

مسودہ ''ندائے حرم'' کو شائع کرنے کی جسارت کرسکتا ہوں۔ الحمد للہ انہوں نے میری استدعا قبول فرمائی۔ اسے اپنے قلم مبارک سے ایمان کی سطح، تقویٰ کی سطح اور احسان کی سطح سے منسوب کیا۔ ساتھ ہی اپنے گراں قدر کلمات خیر کا اضافہ فرمایا۔ یہ سب میری دلجمعی اور کتاب ''ندائے حرم'' کی اشاعت کا موجب بنا۔ اس طرح ان آیاتِ کریمہ کے اپنے خصوصی فیوض و برکات سے نوجوانوں کو سعادت حاصل ہوئی۔

''ندائے حرم'' پہلے ۱۹۷۶ء میں شائع ہوئی۔ ۱۹۷۸ء میں مجھے ملِک عبدالعزیز یونیورسٹی میں کام کرنے کا موقع ملا۔ وہاں انہی آیات کا مطالعہ تعلیم و تربیت کے پہلو سے کرنے کے بعد ایک کتاب انگریزی زبان میں ''اسلامی اقدار اور تعلیم'' کے نام سے لندن سے شائع ہوئی۔ اس پر ملِک عبدالعزیز یونیورسٹی کے رکٹر ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف رحمۃ اللہ علیہ کا عالمانہ مقدمہ اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی مرحوم کا عقیدت افروز مقدمہ شامل ہوا۔ ''ندائے حرم'' کا ترجمہ سندھی زبان میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

''ندائے حرم'' کے دوسرے اردو اڈیشن میں

تفصیل سے ان قرآنی آیات کے معجزانہ اندازِ ترتیب اور ان کی جامعیت کا ذکر ''تحدیث نعمت'' میں کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود حضرت مولانا بنوری کے کلماتِ خیر کا ایک اقتباس یہاں لکھا ہے تاکہ تم دلجمعی کے ساتھ ان اہم آیات کا مطالعہ کرو اور اس منزل کو اپنا بنیادی نصب العین قرار دینے میں تم کو کسی قسم کا وسوسہ نہ آئے اور تم تقویٰ اور احسان کی بلندیوں سے سرفراز ہوسکو۔ حضرت مولانا بنوری صاحب اس عاجز کی کتاب کے متعلق فرماتے ہیں:

''ان کی یہ کوشش نئی نسل کیلئے ایک قابل قدر تحفہ ہے اور ان کی تربیت و اصلاح کیلئے موثر قدم ہے۔ آیاتِ ربانی کا استقصاء (تحقیق) فرما کر تمام ضروری ہدایاتِ ربانی کا عطر پیش کیا گیا ہے۔ زبان اور تعبیر کا تو کیا کہنا گویا ایک عمدہ ادبی کتاب ہے جو پڑھی جارہی ہے۔ ہر ایک لفظ دل میں اترتا جاتا ہے۔ برادرِ محترم کی اس کوشش کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور جدید نسل کی ہدایت اور رہنمائی کیلئے

مؤثر اور مفید بنائے اور موصوف کو مزید توفیق عطا فرمائے --- آمین

محمد یوسف بنوری عفی عنہ

مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی

۳۰ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ - یکم اپریل ۱۹۷۶ء

اچھا اب قرآنِ حکیم کی روشنی میں اس پس منظر کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ خداوند کریم کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ اللہ رب العزت تم کو ان آیات جو یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے شروع ہوتی ہیں کی فہم و بصیرت سے سرفرازی بخشے اور حضورِ انور ﷺ اور آپ ﷺ کے متبعین کے انوار سے تمہارے قلب کو منور کردے اور اس نازک دور سے گزرنے اور گزارنے کی جو خدمت تمہارے مقدر میں ہو، تمہاری اس خدمت کو قبول فرما کو ملک وملت کی کشتی کو ہر گرداب سے نکال کر ساحلِ مراد تک پہنچائے، وہی قادرِ مطلق ہے --- آمین!

لو! قرآنِ حکیم کی پہلی ہی سورت الفاتحہ ہے۔ عظیم الشان سورت ہے، ایک عظیم دعا ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سکھایا، ہم بھی دل سے زبان پر لائیں۔ یہی وہ دعا ہے جس کی ہر کس وناکس کو بڑی ضرورت ہے تاکہ وہ گمراہی سے بچ کر راہِ حق پر قائم رہے۔ اس دعا کی خاص بات یہ ہے کہ ہدایت کے ساتھ تمہاری نظریں کتاب سے صاحب کتاب ﷺ کی طرف پھیر دی گئیں۔ سورہ الفاتحہ میں ان ﷺ کا بیان اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ سے کیا گیا کہ ہدایت نبی ہی فرماتے ہیں اور ان کے سچے پیرو۔ کتاب مددگار ہوتی ہے، اب اس حقیقت کا مزید لطف اٹھاؤ۔

اور اب سورہ یٰسٓ شریف کھولو

یہ مبارک سورت حضورِ انور ﷺ کے ایک محبت بھرے عظیم نام سے شروع ہوتی ہے، آپ ﷺ کے رازدارِ حقیقت ہونے اور ہمارے آقا اور سردار ﷺ ہونے کو یہ سورت اپنے آغوش میں لئے ہوئے ہے۔ یہ قرآنِ حکیم کی سورت ۳۶ ہے اور ایک حجاب در حجاب انداز سے غارِ حرا کی یادیں تازہ کر رہی ہے۔ یہ اسلامی تعلیمات کو سات "مبین" میں ظاہر کر رہی ہے تاکہ نبی کریم ﷺ جن خیالات میں

مستغرق، غور وفکر میں ڈوبے ہوئے تھے اور جن کا تعلق ذاتِ باری تعالیٰ کی احدیت و واحدیت سے ہے اس عالم میں اور عالم آخرت میں ان کی کچھ پردہ کشائی ہو جائے۔ ان ﷺ کی نبوت کی پہلی منزل کی کچھ یادیں تازہ کر دے۔ شاید تم یہ سمجھ سکو کہ اللہ تعالیٰ جو خود المومن ہے جس کا رسولِ مقبول ﷺ مومن ہے وہ ان ﷺ پر ایمان لانے والے صاحب ایمان لوگوں ہی سے خطاب فرما کر ان کو راہِ حق دکھا رہا ہے۔

ایک گدائے گدایانِ آستانہ مبارک نے خوب فرمایا: ''تم کو حق کی کیا تلاش ہوگی جو حق کو تمہاری تلاش ہے''

ذرا اب یٰسٓ شریف کو غارِ حرا کے تصور کے ساتھ پڑھو اور اگر رب العزت تم کو وہاں لے جائے تو تم پر اس کا عرفان روزِ روشن کی طرح ہو جائے گا۔

اس مقامِ تصور کے کچھ رموز ہم سورہ یٰسٓ سے انتہائی اختصار سے پیش کرنے کی جسارت کر رہے ہیں۔ غارِ حرا کا دور جو نبوت سے تقریباً چھ سال قبل کا ہے حضورِ انور ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا ایک عظیم دور ہے یقیناً یہ خالق کائنات کی وحدت وقدرت سے متعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت کے ساتھ خود لاشعور میں جگہ پائے ہوئے کچھ سوالات تھے یعنی میں کیا ہوں؟ مجھے کیا کرنا ہے؟ اصلاح حال کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ اس دور میں جو کچھ خیالات لاشعور کا جزو بنے ہوئے تھے ان کی حقیقت سورہ یٰسٓ میں نہایت معجزانہ انداز سے بیان ہوتی ہے۔ دیکھو! سورہ المومن قرآنِ پاک کی چالیسویں سورت ہے اور حضورِ انور ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملتی ہے۔ گویا غارِ حرا میں قیام کے دور اور نبوت سے سرفرازی کے زمانہ میں ایک خاص تعلق ہے جس کو نبوت کا چھٹا حصہ کہا گیا ہے اور خطاب حضور پاک ﷺ کے ایک نام نامی یٰسٓ سے ہو رہا ہے اور اس پر شاہد ہے کہ آپ ﷺ رازدارِ الٰہی ہیں اور آپ ﷺ کی تشریف آوری کا مقصد ہے: ساری انسانیت کو اللہ تعالیٰ کی معرفت کی جانب دعوت دینا، الصراط المستقیم کی جانب رہبری کرنا اور صاحب ایمان بنانا۔ ان تعلیمات کو یٰسٓ شریف کی سات مبینوں میں سمو دیا گیا ہے۔ سورہ فاتحہ کی سات

آیات ہیں اور قرآنِ پاک کی سات منزال۔ ایک اجمال (خلاصہ) ہے اور دوسری تفصیل، یہ ان حقائق کو آشکارا کرتی ہیں۔

غارِ حرا میں تصورات مبہم طور پر آئے۔ ان کی صراحت یٰسٓ شریف میں بڑے واضح انداز سے آتی ہے: رسالت کی اہمیت، حضورِ انور ﷺ کے مقام کی عظیم شہادت، اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت، حق کی پاسداری، شیطان کے گمراہ کن وسوسوں سے خبردار رہنا، قرآنِ حکیم کو راہنما بنانا، ہم کو ایمان و امر کے تابع رکھنا، اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر یقین محکم، یہ ہے اس سورہ مبارکہ کی روح اور تصوراتِ غارِ حرا کی ایک نورانی تفسیر۔ تم کہہ سکتے ہو کہ یہ امور تو قرآن حکیم کی ہر سورہ کی خصوصیات قرار دی جا سکتی ہیں۔ یہ بات صحیح ہے، یہی تو بتانا ہے کہ ان حقائق کو جو قبول کرتا ہے وہی تو مومن ہے۔ سورہ یٰسٓ قرآن کی چھٹی منزل کا پیش خیمہ بن کر اس بات کی تصدیق ہے بلکہ اس کے بعد ہی سات حٰمٓ آتے ہیں جو قلب سے نورانی حجابات اٹھاتے ہیں پھر سورہ محمد کے خیمہ کی طنابیں نظر آتی ہیں اور فتح و نصرت کے وعدے ہوتے ہیں، ذکر آتا ہے حضور پاک ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے آل علیہم السلام و اصحاب رضی اللہ عنہم کا، مغفرت و رحمت کے وعدے ہیں۔

اور آج اور رہتی دنیا تک

اور حضور پاک ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد بھی قرآنِ حکیم اخلاقِ محمدی کا آئینہ بنا ہوا ہے اور آپ ﷺ کے انوارِ ذات کا ترجمان۔ آپ ﷺ کی ہر ادا پر قرآنِ حکیم شاہد ہے، قرآنِ حکیم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے غیر مخلوق ہے۔ یہ امر اس بات کی پوری طرح تصدیق کرتا ہے کہ رسالت تنزیل ہے منجانب اللہ کے اور محمد رسول اللہ ﷺ اس کی شہادت -- اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ -- اس واضح حقیقت کو دل و جان سے تسلیم کرنا ہے۔ کلمہ مبارکہ کا یہی جزو تصدیق ایمان ہے اور یہی تصدیق کامل تم کو مومن بنا کر حضورِ انور ﷺ کے قدموں تک پہنچا سکتی ہے۔

جب تم نے یہ حقیقت مان لی، تسلیم کر لی

تو وہ آیات کریمہ جو "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" سے شروع ہوتی ہیں تم پر ان کی حقیقت روزِ روشن کی طرح

واضح ہو جائے گی۔ یہ بات بھی سمجھ میں آجائے گی کہ تمہارے لئے سنت غارِ حرا حضورِ انور ﷺ کے اسوہ حسنہ اور آپ ﷺ کے فرمان کو سمجھنا ہے، وہی تمہاری نکتۂ ایمانی ہے۔

تم یہ بھی سمجھ لوگے کہ سطحِ ایمان و سطحِ تقویٰ و سطحِ احسان الگ الگ نہیں بلکہ ایک سے دوسرے اور تیسرے تک پہنچنے کی راہ ایک ہی ہے۔ یہ راہ خلوصِ نیت، کشادہ قلبی اور رضائے الٰہی میں مسلسل محنت و کوشش سے ملتی ہے، اس کی اولین شرط ایمان اور سطحِ ایمانی ہے۔ تقویٰ اور احسان کے سلسلہ میں مومنوں ہی کا ذکر ہے، یہ سب اپنے رب کے فضلِ عظیم سے سرفرازی پائیں گے۔

اگلے خط میں "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" کی جامعیت کا بیان ہے

وَمَا تَوْفِيْقِىْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ

تمہارا خیر اندیش اور دعا گو

تمہارا ایک بھائی

(ماخوذ از "تنویر سحر" از سید حامد حسن بلگرامی)

بقیہ: ملفوظاتِ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ

تکان اور سفر کے غبار اور انہیں بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ اس سے ملاقات کرے۔ پس وہی تیرے کپڑے بدلنے والا ہو، وہی کھلانے والا، پلانے والا، تیری وحشت کو انس سے بدلنے والا، تجھ کو کشائش دینے والا، تیرے تکان کو راحت بخشنے والا اور تیرے خوف کو امن نصیب فرمانے والا، تیرے لئے اس کا قرب تیری تونگری ہے اور اس کا دیدار تیرا کھانا پانی اور لباس۔ مخلوق کو سرپرست سمجھنے کے اور معنی کیا؟ مخلوق سے ڈرنا ان سے توقع رکھنی ان کی طرف جھکنا اور ان پر بھروسہ کرنا یہی تو مخلوق کو سرپرست سمجھنے کے معنی ہیں (جس کی ممانعت ہے مگر افسوس کہ تم نہیں سمجھتے)۔

(ماخوذ از "الفتح الربانی" --- اردو ترجمہ فیوضِ یزدانی)

تبرکات وفیوضاتِ جلویہ

(حقیقت انسانیہ)

پروفیسر ڈاکٹر محمد عطاء اللہ قادری جلوی

مرتبہ: علاؤ الدین عدیم

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے

وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ فِي الْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ وَ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ٥

تفسیر ''روح البیان'' تاویلات نجمیہ میں ہے کہ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ یعنی وہ معبود ہے سَمٰوٰت وجود میں وَ فِي الْاَرْض یعنی ارض نفوس میں۔ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ یعنی جو کچھ تمہارے اندر اسرار پوشیدہ رکھے ہیں انہیں جانتا ہے۔ اس سے وہ خلافت مراد ہے جو حضرت انسان سے مخصوص ہے کہ وہ فیضِ الٰہی کو قبول کرے۔ وَ جَهْرَكُمْ یعنی اور وہ تمہاری ظاہری صفات حیوانیہ اور احوال نفسانیہ کو جانتا ہے وَ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ یعنی تمہارے ماورات ومنہیات یعنی خیر وشر میں تمہاری استعداد (سراً وجہراً) کے استعمال کو جانتا ہے اور اس استعداد (سری وجہری) کا استعمال بھی صرف انسان سے مخصوص ہے۔ ملائکہ اور حیوانات کو یہ شرف نصیب نہیں اس لئے کہ فرشتے کو یہ قدرت نہیں کہ وہ حیوان کی صفات سے کوئی صفت حاصل کرے اور نہ ہی حیوان کو یہ طاقت ہے کہ وہ فرشتے کی کسی صفت سے مشرف ہو اور حضرت انسان کو ہی یہ شرف ملا ہے کہ وہ نہ صرف ملائکہ اور حیوانات کے صفات پر تصرف کرے بلکہ اسے اخلاقِ الٰہی سے متخلق ہو کر اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کی بھی اجازت ہے کہ فرائض کی ادائیگی اور نوافل پر التزام اور نواہی سے اجتناب کرے یہاں تک کہ وہ خیر البریہ کہلائے گا اور اگر برائیوں کا ارتکاب کرے گا تو شر البریہ ہوگا۔

حضرت حسین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ نقد النصوص میں ہے کہ حضرت انسان دو

طرفہ آئینہ ہے، اس کی ایک طرف سے خصائص ربوبیت نظر آتے ہیں تو دوسری طرف سے نقائص عبودیت۔ اگر خصائص ربوبیت سے متصف ہو تو تمام موجودات سے بزرگ و برتر ہے اور اگر نقائص عبودیت کی طرف مائل ہو تو تمام مخلوق سے ذلیل و خوار تر ہے

چوں در خود از اوصاف تو یابم اثرے	حاشا کہ بود تکو تر از من دگرے
واں دم کہ فتد بحال خویشم نظرے	در ہر دو جہاں نباشد از من بترے

اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرمایا کہ میں تمہارے اسرار خصائص کو بادیۂ غیب سے جانتا ہوں اور تمہارے آثار نقائص عالم شہادت میں بھی مجھ سے مخفی نہیں اور یہ بھی مجھے معلوم ہے کہ تم کس عمل سے ترقی کی منازل طے کر کے درجات انسانیہ حاصل کر سکو گے اور یہ بھی میرے علم سے پوشیدہ نہیں کہ کس وجہ سے تم تنزل کی طرف گرتے پھسلتے حیوانات کی صف میں جا کھڑے ہوتے ہو۔ سالک سمجھدار کو یہ باتیں جاننا ضروری ہیں کہ انہی وجوہ سے وہ اصلاح اور تزکیۂ اعمال کر سکتا ہے جس سے وہ حیوانی حظوظ سے بچ کر نعیم روحانی کے منازل طے کرنے کی صلاحیت رکھے گا

حیف باشد کہ عمرے انسانی	چو بہائم بخواب و خور گزرد
آدمی مے تو انز از کوشش	کہ مقامِ فرشتہ در گزرد

حدیث قدسی " سر الانسان سری و سری سرہ " یعنی انسان کا راز میرا راز ہے اور میرا راز اس کا، کی شرح میں ابقاہ اللہ بالسلامۃ یعنی حضرت شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفسیر روح البیان قدس سرہ نے فرمایا کہ سر الانسان سری کا مطلب یہ ہے کہ اس کا راز میرے راز کا ظاہری حصہ ہے اور میرے راز کی صورت اس کا باطنی حصہ ہے اور وہی اس راز کی حقیقت ہے اور شیخ مذکور نے فرمایا کہ "سر الانسان" سے مراد یہ ہے کہ حقیقت انسانیہ ظاہرہ حقیقت الٰہیہ کی صورت کا عکس ہے چنانچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا یعنی جب حقیقت انسانیہ نے مرتبہ غیب سے منزل شہادت میں قدم رکھا تو اس پر ذات حق اپنے جمال و جلال سے متجلی ہوا اور اس میں شرقی جانب سے نور جمال اور غربی جانب سے ظلمت جلال

امانت رکھی۔ پہلی جانب میں ایک فرشتہ مقرر فرمایا جو اسے ہدایت کی طرف لے جائے اور دوسری جانب میں شیطان بٹھایا جو اسے باطل کی طرف لے جائے۔ فرشتہ قبضہ جمال کا خادم ہے اور لطفِ الٰہی کا ہاتھ اور شیطان قبضہٗ جلال کا خادم اور قہر و غضب کا ہاتھ۔

جب اللہ اس حقیقت انسانیہ کیلئے حق کو پہنچانے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ حقیقت انسانیہ میں حق کا القاء کرے۔ جس سے وہ حق کو نور الٰہی جمالی سے دیکھتا ہے کہ جس کے ذریعہ تجلی جمال سے فائز ہوا اور وہ نہ صرف اس حق کو دیکھتا ہے بلکہ اس کی اتباع کرتا اور اسے بہ دل و جان قبول کرتا ہے بلکہ وہ حقیقت انسانیہ تادم زیست عین روح ہو جاتی ہے اور تادم زندگی حق پر ثابت قدم رہتا ہے اور جس قالب یعنی جسم میں وہ مقیم ہے پر بھی حق کی مہر ثبت کر دی جاتی ہے اور اس کے جسم کو قلب کے باغ میں چیرنے کی عام اجازت دے دی جاتی ہے اور اس کی حقیقت انسانیہ پر ہر وقت تجلیات جمالیہ اور الطاف خالصہ کی بارش برستی رہتی ہے جو اس کے اطمینان و سکون کا موجب بنتی ہے۔

اس وجہ سے ایسا انسان ہر وقت سر تسلیم خم رکھتا ہے اور طاعت و صبر اور طلب رضا و دیگر اخلاق حمیدہ سے موصوف رہتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اس حقیقت انسانیہ کو باطل کی طرف پھیرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس پر شیطان کو حملہ کرنے کی اجازت عام ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیطان ہر وقت اسے برائی کا وسوسہ ڈالتا رہتا ہے جس سے وہ نہ حق کو دیکھ سکتا ہے اور نہ اسے سمجھ سکتا ہے یعنی اسے محسوس نہیں ہوتا کہ وہ باطل میں پھنسا ہوا ہے اور یہی امر باطل حق سے حائل ہے۔ اس لئے کہ اس بندے کو جو ظلمت جلال سے حصہ ملا ہے وہ اسے حق سے مانع ہے۔ اس بنا پر وہ باطل سے اجتناب کی بجائے باطل کو حاصل کرتا ہے اور اس باطل پر مداومت کرتا ہے تو اس کے نفس پر تاریکی چھا جاتی ہے حالانکہ وہ اس سے قبل نورانی روح تھا۔ ایسے شخص کا جسم اس باطل کا مرکز بن جاتا ہے جس سے وہ جسم طبعی ظلماتی ہو جاتا ہے حالانکہ اس سے قبل وہ قلب نورانی تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ تجلیات جلالیہ و احوال قہریہ سے متجلی ہوتا ہے۔ وہ اس کے اندر اضطراب اور "میں نہ مانوں" کا مرض مسلط کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ مخالفت و روگردانی پر کمر بستہ ہو جاتا ہے اور اس وجہ سے اوصاف مذمومہ سے موصوف ہوتا ہے حالانکہ اس سے قبل وہ

اوصاف محمودہ سے موصوف تھا۔ اسی طرح ہر معاملہ میں اس کے متعلق یہی تقریر ہوگی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی قدیم اور ازل سے عادت ہے کہ جس بندے کے متعلق اس کا ارادہ ہوتا ہے کہ وہ اسے دین کی سمجھ دے اور اسے ماسویٰ سے فارغ کر کے اپنے وصل وصال سے نوازے تو اس پر شیطان کو مسلط نہیں ہونے دیتا۔ کما قال اللہ تعالیٰ "اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ" بلکہ اس کیلئے قبضہ جمال کیلئے خدام ملائکہ کو اس پر مسلط کیا جاتا ہے جو اسے راہ حق کی طرف لاتے ہیں اور دونوں قبضوں یعنی جمال وجلال کے احکام عوالم وانفس وآفاق میں تا قیامت جاری وساری رہیں گے لیکن ان دونوں خدام فرشتوں کے ذریعہ کسی انسان کا قلب جمالی ہے تو جمال کے فرشتے ورنہ جلال کے فرشتے جہاں حکمِ الٰہی ہوگا اسے وہیں پھیریں گے۔

بقیہ: خطبات الحسنیہ

کیا جاتا ہے اور ہر قسم کے لوگ اس اجتماع میں آتے ہیں اور حضور غوث پاک ؓ کی نظر کرم بغداد شریف سے ان سب پر پڑتی ہے اور سب کے درجات بلند ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ولی کامل عارف کامل بن جاتے ہیں ولی عارف کامل بن جاتے ہیں اور عارف کامل قرب خاص، قرب خاص کے طالب ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو قرب خاص عطا فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنی نظر کرم عطا فرمائے اور اس دن کی مناسبت کے ساتھ اور اس دن کی یاد کے ساتھ اور اس مبارک دن کے صدقہ میں اور اس تبرک ونیاز کے صدقہ میں ہم سب پر رحم فرمائے، شرم وحیاء رکھے اور بیماروں کو شفا دے اور اللہ جل جلالہ اسی طریقہ کے اوپر جو اولیاء کرام کا طریقہ ہے قائم رکھے۔ اپنے مشائخ کی محبت میں سرشار رکھے اور اپنے مشائخ کا عشق عطا فرمائے اور ہماری نظر میں سوائے اپنے شیخ کے اور کوئی نہ ہو---آمین!

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ٥ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ٥

تبصرہ کتب

نوٹ: تبصرہ کیلئے دو کتابیں ارسال کی جائیں

عنوان: تارِ نفس

مصنف: ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان

ناشر: اکادمی لسانیات پاکستان، لندن۔

تبصرہ نگار: علاؤالدین عدیم

پشاور کے پروفیسر ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان کی خودنوشت بہ عنوان "تارِ نفس" پیش نظر ہے جسے بقول ان کے انہوں نے اپنی زندگی کے اوراق پریشاں کی شیرازہ بندی کر کے قریباً تین سو صفحات پر مشتمل کتاب کی صورت میں پیش کیا ہے۔ آپ انسٹیٹیوٹ آف لنگوسٹس لندن کے ایسوسی ایٹ ہیں اور لسانیات ہی کے موضوع پر آپ نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری بھی حاصل کی ہے۔ پشاور کا سپوت ہونے کے ناطے ان کو اپنے وطن کی مٹی سے اس قدر پیار تھا کہ اپنے پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالہ کیلئے بھی انہوں نے اپنی جنم بھومی کی زبان ہندکو ہی کو موضوع تحقیق بنایا۔ اپنے اس کام کیلئے انہیں کس قدر صبر آزما اور نامساعد حالات سے سابقہ پڑا اس کا ذکر انہوں نے اپنی کتاب میں تفصیل سے کیا ہے۔ اس خودنوشت میں انہوں نے قریباً ۳۰ اپریل ۲۰۰۰ء تک کے حالات و واقعات قلمبند کیے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف خود دلچسپ شخصیت ہیں اور انہوں نے بھرپور فعال زندگی گزاری ہے اس لئے ان کی داستانِ حیات بھی خالی از دلچسپی نہیں۔ اپنی اس کتاب میں انہوں نے کوئی ابواب یا ادوار قائم نہیں کیے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قلم برداشتہ لکھنا شروع کیا تو بس لکھتے ہی چلے گئے۔ البتہ اپنی تحریر کو مختلف حصوں میں منقسم ضرور کیا ہے اور زندگی کے ہر موڑ یا دور کا بیان شروع کرتے ہوئے ان میں اکثر حصوں کے عنوانات مناسب اشعار اور ان کے مصرعوں سے قائم کیے ہیں جس سے ان کے ادبی ذوق کی نشاندہی

ہوتی ہے۔

سرگزشت میں چونکہ کچھ حصہ سفرنامہ کا بھی شامل ہے کیونکہ انہوں نے ایک سے زیادہ مرتبہ انگلستان کی جانب اور وہاں سے خشکی کے راستہ سفر کیا۔ اس چیز نے اس کی داستانِ حیات کو مزید دلچسپ بنادیا ہے۔ ویسے انہوں نے ''لذیذ بود حکات دراز تر گفتم'' کے مصداق اپنے سوانحی حالات کا ذکر ابتدائی تعلیم کے دور بلکہ اس سے بھی کچھ پیشتر سے کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یا تو یادداشت بہت اچھی پائی ہے یا پھر کچھ حالات اپنے بارے میں بڑوں سے سن رکھے ہوں گے۔

ڈاکٹر صاحب کو کچھ شغف تصوف سے بھی رہا ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی معنوی سے متاثر ہیں۔ دو تین مواقع پر ان کی جو ملاقات ایک سبز پوش دوشیزہ کی روح سے ہوئی اور بطور پروفیسر قیام مٹہ (سوات) کے دوران جنات کی ایک جماعت سے جو ملاقات اور گفتگو ہوئی اس کا ذکر بھی انہوں نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ اکثر مقامات پر اپنے اردو اشعار بھی دیئے ہیں اور جگہ بجگہ فارسی اساتذہ کے کلام سے حسب حال اشعار نقل کیے ہیں۔

کتاب کے آخر میں اپنی انگریزی اسناد وغیرہ بھی شامل کر دی ہیں۔ کتاب کمپوزنگ کی اغلاط سے تو پاک ہے لیکن صفحہ ۱۱۵-۱۱۶ اور پھر اس کے بعد صفحہ ۱۵۸-۱۵۹ پر کچھ عبارت غائب اور تسلسل ٹوٹا ہوا محسوس ہوتا ہے جس کی طرف پروف ریڈنگ میں غالباً توجہ نہیں دی گئی۔ کتاب کی جلد بندی آرٹ کارڈ کی ہے، ٹائٹل چار رنگوں میں ہے۔ فرسٹ ٹائٹل اور آخری ٹائٹل دونوں پر مصنف کی تصویر ہے جس میں باریش دکھائی دیتے ہیں جبکہ کتاب کے اندر جو تصاویر ہیں ان میں کلین شیو ہیں۔ اپنی بائیوگرافی میں اس کا ذکر نہیں کیا لیکن غالباً ۱۹۹۵ء میں فریضۂ حج اور بعد میں عمرہ کی ادائیگی پر اس سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکمیل کی سعادت بھی حاصل ہوگئی ہوگی۔ کتاب بختیار سنز قصہ خوانی پشاور یا ادارہ فروغ ہندکو بیرون یکہ توت پشاور سے حاصل کی جاسکتی ہے۔